سلوی سیف اللہ بٹ



دعا کی والدہ کا اچانک انتقال ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی ماں اور سوتیلے بھائی حماد کے ساتھ رہتی ہے۔ دعا کے دو ماموں' ریاض احمد جن کی بیوی رابعہ احمد ہیں اور الیاس احمد جن کی بیوی مریم ہے۔ رابعہ احمد کے کہنے پر ریاض احمد دعا کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ سوتیلے بھائی کے ساتھ رہنے کا اب جواز نہیں ہے۔

ریاض احمد کے دو بیٹے عمیر اور عمر ہیں اور ایک بیٹی نوال ہے۔ عمیر بہت سلجھا ہوا نوجوان ہے جس نے باپ کے ساتھ مل کر ان کا کاروبار بھی سنبھال رکھا ہے۔ جبکہ عمر ایک بگڑا ہوا ضدی اور خود سر نوجوان ہے۔

الیاس احمد اپنے بڑے بھائی ریاض احمد کے برابر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ آنے جانے کے لیے درمیان میں دروازہ ہے۔ ان کی بیوی مریم ایک امیر خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ بیوی کی جائیداد ہتھیانے کی کوشش میں ہیں۔ مریم کا ایک بھائی ایکسیڈنٹ میں معذور ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی مر جاتی ہے وہ ذہنی طور پر بھی ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر اس کا علاج شادی تجویز کرتے ہیں۔

انعم اور احسن ایک خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن اولاد کی کمی ان کی زندگی میں ہے۔ انعم کے شک کرنے پر احسن اپنا ٹیسٹ کرواتا ہے۔ انعم بہت پریشان ہے احسن اسے تسلی دیتا ہے۔ لیکن اس کے بار بار پریشان ہونے پر ناراض ہو کر اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ اس کی رپورٹ پازیٹو آتی ہیں' وہ بالکل نارمل ہوتا ہے۔ انعم کا نروس بریک ڈاؤن ہو جاتا ہے۔ کمی اس میں ہوتی ہے۔

مکمل ناول





الیاس احمد بنیادی طور پر لالچی آدمی ہے۔ اسے رشتوں کا بھی پاس نہیں۔ وہ اپنی بیوی سے بھی اکھڑا اکھڑا رہتا ہے اور اپنے بھتیجے عمر کو بھی باپ بھائی کے خلاف بھڑکاتا ہے۔

عمیر اور دعا ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ رابعہ احمد یہ پسند نہیں کرتیں۔ عمیر اور نوال دونوں بہن بھائی دعا کو اپنی ماں کے غم سے باہر نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ریاض احمد کو بہن اور بھانجی سے بہت محبت ہے۔ وہ اس کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ عمر کو دعا ایک آنکھ نہیں بھاتی' وہ اسے ہروقت ذلیل کرتا رہتا ہے۔

دعا کو دیکھ کر الیاس احمد کا لالچی ذہن مختلف منصوبے بنانے لگتا ہے۔

دوسری قسط

رابعہ احمد کو مریم کی طرف کم ہی جانے کا موقع ملتا' وہ خود ہی چند روز بعد چکر لگالیتی اگر کبھی ضروری کام ہوتا تو وہ بھی جانے کی زحمت کرلیتیں۔ رابعہ احمد ایک گرہستن عورت تھیں۔ انہوں نے اپنی ساس کی نصیحت کے مطابق کچن' بچوں اور شوہر کے کاموں کا مکمل اختیار اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔

مریم کی گھر کے کاموں میں دلچسپی کم تھی لیکن وہ ایک اچھی منتظم تھی۔ ملازموں پر کڑی نگاہ رکھتی اور فارغ وقت ٹی وی دیکھنے میں گزارتی جو اس کی زندگی کی واحد تفریح تھا۔ وہ مریم کی طرف آئیں تو وہ ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی۔ رابعہ احمد کو دیکھ کر' والیوم کم کرکے سیدھا ہونے کی کوشش کی۔

"ہائے اللہ بھابھی جان آپ۔"

یہ ہائے کی آواز جوش بھری نہیں بلکہ تکلیف سے مشابہہ تھی۔ وہ ہاتھوں پر وزن ڈال کے بمشکل اٹھنا چاہ رہی تھی۔

"خیر تو ہے مریم! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔" وہ مریم کے اٹھنے کے انداز سے بھانپ گئیں۔

اس سے بہت کوشش کے باوجود بھی اٹھا نہ گیا تو واپس اپنی جگہ پر ڈھیر ہوگئی۔

"کل سے کمر میں درد ہے' نہ بیٹھا جاتا ہے نہ ہی لیٹ کے سکون ملتا ہے۔ بہت درد ہے۔" اس کا تنفس بگڑ گیا تھا۔ رنگت زردی مائل ہورہی تھی۔

"تمہیں کسی اسپیشلسٹ سے کنسرن کرنا تھا۔" اس کے قریب بیٹھتے' انہوں نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔ وہ بھی فکر مند ہوگئیں۔

"رات کو الیاس ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے تھے۔ انجکشن بھی لگا اور میڈیسن بھی کھائی ہے لیکن اتنا افاقہ نہیں ہوا۔" مریم نے چھوٹا کشن اٹھا کے کمر کے پیچھے اڑسا۔

"ایک بہت اچھے نیورو سرجن' ریاض احمد کے فرینڈ ہیں۔ اگر شام تک تکلیف میں کمی نہ ہو تو مجھے فون کردینا' میں تمہیں ان کے پاس چیک اپ کے لیے لے جاؤں گی۔" ان سے کسی جانور کا بچہ تک درد میں مبتلا دیکھا نہیں جاتا تھا۔ ملازم بیمار پڑجاتے تو خود ان کی دیکھ بھال کرتیں۔

"پروین۔۔۔ پروین۔" اس نے کچن کی طرف منہ کرکے آواز لگائی۔

"نہیں۔۔۔ نہیں مریم میں ناشتہ کرکے آئی ہوں' ابھی کچھ بھی کھانے کو جی نہیں چاہ رہا۔" وہ ملازمہ کو بلانے کا مقصد سمجھ گئی تھیں۔

"ایسے تو نہیں چلے گا بھابھی جان' آپ نے اتنے عرصے بعد چکر لگایا ہے' میں آپ کو لنچ کیے بغیر نہیں جانے دوں گی۔" اپنی تکلیف کے باوجود بھی وہ آولب میزبانی نبھا رہی تھی۔

وہ پہلے دن سے بھابھی جان کا بہت احترام کرتی تھی کیونکہ وہ اس کی واحد سسرالی رشتے دار تھیں۔

"اچھا صرف ایک کپ چائے اور لنچ کے لیے معذرت' مجھے ریاض احمد کا پرہیزی کھانا آفس بھجوانا ہوتا ہے۔ ابھی جاکے اس کی بھی تیاری کرنی ہے۔"

رابعہ احمد نے معذرت کی وجہ بھی بتا دی۔ وہ اپنی دیورانی کے خلوص کی قدردان تھیں۔

"پروین! دو کپ اسٹرانگ سی چائے۔ ساتھ میں کچھ نمکین لے آؤ۔" اس نے قریب آئی ملازمہ کو آرڈر دیا۔

"مریم! میں تم سے ایک ضروری بات کرنے آئی ہوں۔" وہ مطلب کے موضوع پر آگئیں۔

"جی، کہیے بھابھی جان۔" وہ ہمہ تن گوش ہوئی۔

"مریم! آپا جان کے بعد ان کی واحد نشانی دعا اب ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمیں اس کی دیکھ بھال اور اس کے بہتر مستقبل کا فیصلہ کرنا ہے۔ اب ماشاء اللہ سے وہ شادی کے قابل بھی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی اچھا سا رشتہ ڈھونڈ کے' وقت پر اسے گھربار کا کردیں۔" رابعہ نے تفصیل سے آگاہ کیا۔

"ماشاء اللہ اچھی بات ہے۔ میں الیاس احمد سے بات کروں گی کہ اگر ان کی نظر میں کوئی اچھی فیملی ہو تو ضرور بتائیں۔"

مریم نے اثبات میں سر ہلاتے ان کی ہاں میں ہاں ملائی لیکن اس کے ماتھے پر پریشان کن بل پڑ گئے تھے۔

"جتنی جلدی ممکن ہو میں اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی ہوں۔ پرائی امانت' عزت سے رخصت ہو جائے تو میں بھی آپا جان کی روح کے سامنے سرخرو ہو جاؤں گی۔" رابعہ احمد' آپا کے ذکر پر آبدیدہ ہو گئیں۔ وہ دونوں بہت اچھی سہیلیاں تھیں۔ رابعہ احمد کی ان سے بہت سی اچھی یادیں وابستہ تھیں۔ مریم کا دھیان ان کی طرف نہیں تھا۔ وہ کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔



شام تک مریم کے درد میں افاقہ نہیں ہوا تھا۔ وہ رابعہ احمد کے ساتھ نیورو سرجن کے پاس چلی گئی۔ موسم بہت سہانا اور بھیگا بھیگا سا ہو رہا تھا۔ دعا بیرونی سیڑھیوں پر اکیلی بیٹھی بارش کا انتظار کر رہی تھی۔ اچانک سے بدلتے موسم کے رنگ اس کی کمزوری تھے۔

نوال کے امتحانات شروع ہونے والے تھے' وہ کالج سے آکر خود کو کمرے میں بند کر لیتی۔

بارش کی پہلی بوند گری تو دعا دیوانہ وار اٹھ کے اندر بھاگی۔ اس نے اور نوال نے بہت سی بارشیں اسی لان میں بھیگتے بتائی تھیں۔

"کم ان نوال! ہری اپ' سارے کام چھوڑ کے میرے ساتھ آجاؤ۔ یو نو' سرمئی بادل رم جھم برس رہے ہیں۔" وہ بغیر دستک دیے' پُرجوش بولتی اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ نوال رجسٹر پر جھکی کچھ لکھ رہی تھی۔ اس کا ضروری ٹیسٹ تھا۔ اس کے گرد کتابوں کا ڈھیر اور شیٹس کا پلندہ تھا۔ دعا نے ساری چیزیں دائیں بائیں کھسکا کر' اس کے بیڈ سے نیچے اترنے کے لیے جگہ بنائی اور اس کا ہاتھ تھام کر باہر کو کھینچنے لگی۔ نوال اس کے دیوانے پن سے اچھی طرح واقف تھی اسی لیے بنا چوں و چرا کیے اس کے ساتھ نکل گئی۔ بہت عرصے بعد اسے دعا کا پرانا روپ دیکھنے کو ملا تھا۔

وہ دونوں بارش میں بھیگتی' ناچتی گنگناتی رہیں۔

ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اڑاتی' وہ دونوں چھوٹی بچیاں بنی ہوئی تھیں۔



"السلام علیکم چاچو جان!" عمر سیڑھیاں اترتے ہوئے فون پر بات کر رہا تھا۔

"وعلیکم السلام' خیریت سے ہی فون کیا ہے ناں۔" الیاس احمد نے کام چھوڑ کے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔ عمر شاذ و نادر ہی انہیں کال کیا کرتا تھا۔

"جی چاچو جان' مجھے آپ سے کہنا تھا کہ جو اس روز آپ نے مجھے مشورہ دیا تھا ناں۔۔۔" عمر اتنا کہہ کر رکا تاکہ وہ اپنے ذہن میں دہرالیں۔

"ہاں تو۔۔۔" الیاس احمد کو یاد آگیا۔

"میں چاہ رہا تھا کہ آپ پاپا جان سے بات کریں۔" عمر نے بڑے آرام سے کہہ دیا۔

"کیا بات کروں تمہارے پاپا سے۔۔۔" الیاس احمد کو جھٹکا لگا۔

"یہی کہ وہ مجھے الگ سے بزنس کر کے دیں پلیز چاچو! آپ انہیں میری سچویشن اچھی طرح سے ایکسپلین کر سکتے ہیں۔ میں انہیں فیس نہیں کر سکوں گا۔" عمر نے اپنی بزدلی بتا دی۔ اس میں اتنی جرات نہیں تھی کہ باپ سے لاکھوں' کروڑوں کی ڈیمانڈ کرتا۔

"یو نو عمر! بھائی جان تمہارے معاملے میں پہلے ہی مجھ سے نالاں رہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میں نے تمہیں بگاڑا ہے۔ اب اتنی بڑی سفارش کروا کے' کیوں جوتے لگوانے کا ارادہ ہے۔" بظاہر الیاس احمد نے ہنس کر اسے ٹالا لیکن ان کے ماتھے پر خاصے بل پڑ چکے تھے۔

"پلیز۔۔۔ پلیز چاچو' ماما تو کبھی بھی میری بات نہیں مانیں گی' پلیز میری خاطر۔" عمر منت و سماجت کرتا بیرونی دروازے تک آگیا۔

"اچھا۔۔۔ دیکھتے ہیں' کچھ کرتا ہوں۔" مبہم سا اقرار۔ الیاس احمد جو اسے چڑھانے کو پیٹھ ٹھونکتے تھے اب اس کا بھرم تو رکھنا ہی تھا۔

"میں ماما سے بات کروں گا کہ وہ آپ لوگوں کو ڈنر پر انوائٹ کریں پھر آپ پاپا جان سے۔۔۔" عمر بولتا ہوا پورچ میں آگیا تھا اور اس کی پہلی نظر بارش میں بھیگتی نوال سے ہو کر دعا پر جا ٹھہری۔

"نہیں' ابھی نہیں' فی الحال تھوڑا بزی ہوں۔ فری ہوتا ہوں تو خود انفارم کروں گا۔" الیاس احمد نے اسے کچھ عرصہ کے لیے ٹالنا چاہا۔ عمر انہیں کہاں سن رہا تھا وہ تو صرف دیکھ رہا تھا بھیگی ہوئی دعا کو۔۔۔ اسی ٹرانس کی کیفیت میں موبائل بند کر کے پاکٹ میں ڈالنے لگا۔

تب ہی چوکیدار نے اپنے کیبن سے نکل کر گیٹ کھولا اور عمیر کی گاڑی روش کو تیزی سے عبور کرتی پورچ میں آرکی۔ عمر کا تسلسل ٹوٹ گیا اس نے ایک ناگوار سی نگاہ عمیر پر ڈالی جو گاڑی سے نکل رہا تھا اور پھر سے دعا کو دیکھنے لگا۔ اب کے نگاہوں میں دلچسپی اور شرارت نمایاں تھی۔ عمیر نے گاڑی کا دروازہ بند کر کے' اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ دعا کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی اور وہ نوال کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ نوال نے پینٹ کے اوپر کرتا پہنا تھا جبکہ دعا سبز رنگ کے پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس تھی۔ دونوں کے کپڑے جسم سے چپک گئے تھے اور عمر کی حریص نظریں دعا پر چپکی تھیں۔

"اف۔۔۔"

کافی اونچی آہ بھرتے اس نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔ عمیر کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس کا جی چاہا کہ وہ عمر کی آنکھیں نکال دے لیکن وہ دعا کا تماشا نہیں بنا سکتا تھا۔

"نوال' دعا۔۔۔" وہ پورے زور سے چلایا۔ ان دونوں کے قدم زمین پر جم گئے۔ دعا نے آنکھوں سے پٹی اتار دی۔ عمیر کا سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگا۔ عمر کندھے اچکاتا' کھل کر مسکراتے ہوئے گلاسز آنکھوں پر لگانے لگا۔

"جی عمیر بھائی۔" نوال سہمی ہوئی قریب آئی' اس کے پیچھے اپنے کندھوں اور کمر کے گرد دوپٹہ لپیٹتی

بہ کا ئے دعا تھی۔
"چلو اندر۔" اس کے جبڑے بھنچ گئے تھے۔
رخ پھیر لیا۔ وہ باوجود کوشش کے، اپنے لہجے کی
لو چھپا نہیں پایا تھا۔
"قیامت... قیامت..." عمر نے قریب سے
تی دعا کو آخری بار جی بھر کر دیکھتے، بائیک کو کک
کی۔
اس کی گھٹیا گنگناہٹ نے بھیگی دعا کے جسم میں
ے دہکا دیے۔ وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں
عمیر کی سختی کی وجہ جان گئی۔ وہ شرم سے جھکا سر لیے
کمرے کی طرف دوڑ پڑی۔

☼ ☼ ☼

رابعہ احمد دودھ کا گلاس لیے کمرے میں آئیں تو
اض احمد تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔
"میں سمجھی شاید آپ سو گئے ہوں گے۔" انہوں
...ہ رکھتے ہوئے کہا۔
"مریم کی سناؤ، کچھ سیریس تو نہیں۔" انہیں اپنے
الی کی لاپروا طبیعت کا پتا تھا۔ وہ دونوں مریم اور اس
بچوں کا ہر ممکن حد تک خیال رکھنے کی کوشش
تے تھے۔
"نہیں ڈاکٹر نے پوری تسلی دی ہے۔ کوئی بھی
الی والی بات نہیں، معمولی سا درد ہے، ان شاءاللہ فرق
جائے گا۔" رابعہ احمد نے انہیں اطمینان دلایا۔
"میں صبح آفس جانے سے قبل چکر لگاؤں گا، بچوں
بھی کافی روز سے ملاقات نہیں ہوئی۔" ریاض
نے کہتے ہوئے دودھ کا گلاس اٹھالیا۔
"میں نے دو تین نزدیکی ریلیشنز (رشتے داروں)
رشتے کی بات کی ہے۔" رابعہ احمد نے ان کے برابر
ہوئے بتایا۔
"کس کے رشتے کی؟" ریاض احمد یکسر بھول چکے
ے۔
"دعا کے رشتے کی، آپ نے ہی تو کہا..."
"کیا کہا تھا میں نے۔" انہوں نے فوراً سے پیشتر
انہیں ٹوکتے ہوئے دودھ کا گلاس واپس میز پر رکھ دیا۔
"یہی کہ دعا کی شادی کرنی ہے۔" رابعہ احمد ان کے تاثرات بھانپ کر گڑبڑا گئیں۔
"لیکن یہ تو نہیں کہا تھا ناں کہ مجھے اس کی شادی کہیں باہر کرنی ہے۔" ان کا لہجہ دوٹوک تھا۔
"کیا مطلب..." وہ بمشکل پوچھ پائیں۔ ان کا ذہن کھٹک گیا تھا۔
"مطلب یہ کہ مجھے دعا کی شادی اسی گھر میں، اپنے بیٹے عمیر سے کرنی ہے۔ اور یہی آپا جان کی بھی خواہش تھی۔ جو تم بھی اچھی طرح سے جانتی ہو۔" انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں انہیں یاد دلایا۔
رابعہ احمد اپنی نند کی خواہش سے بخوبی آگاہ تھیں لیکن جان بوجھ کر اس معاملے میں انجان بن رہی تھیں۔
"ہاں... ایک دوبار ذکر کیا تو تھا۔" انہوں نے مبہم سا اعتراف کیا۔ جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ان کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔
"بچوں کی بھی رضامندی لینی ہوگی۔ کیا خیال ہے آپ کا؟" رابعہ احمد نے معنی خیزی سے جانچا۔
"آف کورس، میں نہیں چاہتا کہ دعا کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی ہو۔ اس شادی کے لیے اس کی ہنڈرڈ پرسینٹ رضا کا شامل ہونا ضروری ہے۔" انہوں نے، رابعہ احمد کے دل میں چھپی بات کہہ دی تھی۔ وہ ایسا ہی کوئی عذر ڈھونڈ رہی تھیں۔
"ٹھیک ہے، میں ان دونوں سے پوچھ کے آپ کو انفارم کر دوں گی۔" رابعہ احمد کے ذہن سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا۔ انہوں نے لمبی سانس خارج کی۔ اب وہ اطمینان سے اس مسئلے پر غور و فکر کر سکتی تھیں۔

☼ ☼ ☼

عمیر برائے نام کھانا کھا کے پورچ میں آگیا۔ کیونکہ عمر معمول سے ہٹ کر میز پر موجود تھا۔ کھانا ختم کر کے وہ سیدھا پورچ میں آ تاثرات گئے آوارہ گردی کر کے لوٹتا تب تک عمیر کے لیے انتظار کرنا

ہیں۔ بھائی اکیلے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ آصف بھی تمہارا پوچھ رہا ہے۔ بچوں کے جانے سے ان کا دل بہل جائے گا۔" مریم نے ان کا مزاج دیکھ کے بڑی نرمی سے تفصیل بتائی۔

"اور میرے بارے میں کیا کہہ رہے تھے وہ۔" انہیں اپنا وہم ستانے لگا۔

"یہی کہ آصف کی شادی کروا دیں 'کوئی لڑکی ڈھونڈیں 'اور دوسری طرف بھابھی جان نے بھی دعا کے رشتے کا کہا ہے کہ اس کے لیے بھی کوئی اچھی سی فیملی دیکھیں۔" مریم کو بروقت دعا بھی یاد آگئی۔

"میں نے کیا پارٹ ٹائم میرج بیورو کھول رکھا ہے' کبھی میں تمہارے اس نفسیاتی بھائی کے لیے لڑکی ڈھونڈوں اور اب دعا یتیم کا بھی اضافہ ہو گیا۔ میں ان دونوں کا گارجین ہوں؟" الیاس احمد کمر کے پیچھے سے تکیے نکال کر درست کرنے لگے۔

" میرا تو خیال تھا کہ بھابھی جان ' دعا کو گھر میں رکھیں گی۔" مریم نے ان کی کسی بھی بات کا برا منائے بغیر اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔

"کیا مطلب؟ اس کی شادی نہ کریں 'گھر کے کسی شو کیس میں سجالیں۔" الیاس احمد نے ناک بھوں چڑھائی۔ انہیں بیوی کی گھریلو گفتگو سے چڑ تھی۔

"شوکیس میں کیوں 'عمیر یا عمر میں سے کسی کے کمرے میں سجادیں۔ بھائی جان کے علاوہ اس کا اس دنیا میں اور ہے ہی کون؟ اس گھر رہ جاتی تو اسے کم از کم کسی خون کے رشتے کی کمی۔۔۔"

الیاس احمد ایک دم سے اٹھ بیٹھے۔ مریم مزید کیا کہہ رہی تھی ان کی سمجھ میں آنے والا نہیں تھا۔ ان کے دماغ میں چند جملے گونج رہے تھے۔

" آصف نفسیاتی ' دعا یتیم ' عمر لالچی اور مریم کا جائیداد میں حصہ۔"

"میں پوچھ رہی ہوں اب آپ کیا سوچنے لگے ہیں۔" مریم نے کئی بار مخاطب کرکے 'اب کے زور سے بازو ہلایا۔

"کک۔۔۔ کچھ بھی نہیں ' تمہیں ہر بات بتانا ضروری نہیں۔" وہ چادر ایک طرف پھینک کے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اب کہاں جا رہے ہیں؟" اس نے پھر ٹانگ اڑائی۔ کیونکہ وہ سونے کے لیے لیٹ چکے تھے۔

"پھر مداخلت ' آخر تمہیں تکلیف کیا ہے؟" وہ غصے سے مڑے 'جاتے ہوئے اتنی زور سے دروازہ بند کیا کہ مریم دبک گئی۔ منہ میں بڑبڑاتی ہوئی لیٹنے لگی۔

☼ ☼ ☼

دعا کو شام سے کسی پل چین نہیں تھا۔ اس کا ذہن عمر کی آر پار ہوتی نظروں اور عمیر کے تلخ لہجے میں اٹکا ہوا تھا۔ کھانے کی میز پر بھی عمیر تھوڑے سے چاول پلیٹ میں ڈال کے۔۔۔ سر جھکائے کھاتا رہا تھا۔ وہ اکتا کے اٹھی اور کچن میں آگئی۔

"کیا کر رہی ہیں ممانی جان؟" اس نے بے دلی سے استفسار کیا۔

"دودھ بنا رہی تھی 'بس یہ آخری کام ہے۔ آج میں بہت تھک گئی ہوں۔" ان کے انداز سے تھکاوٹ نمایاں تھی۔

"لائیں دیں 'عمیر کو میں دودھ دے آتی ہوں۔" دعا نے جلدی سے آگے بڑھ کر دودھ کا بھرا گلاس اٹھا لیا۔

"اسے اپنی نگرانی میں ختم کرانا مجھے لگتا ہے کہ اس نے ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھایا۔" انہیں اپنی تھکن کے باوجود بھی بیٹے کی پروا تھی۔

"جی۔" دعا اثبات میں سر ہلاتی نکلی۔ اسے عمیر سے معذرت کرنا تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کے اور نوال کے لیے کتنا حساس ہے۔ وہ موقع محل کے لحاظ سے ہزار ہا نصیحتیں کرتا۔ اسے یقیناً غصہ تھا۔ اسے عمیر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے جھجک محسوس ہوئی تھی۔

"یس کم 'ان۔۔۔" جلد ہی بلاوا آگیا۔ اس نے تاب

گھمائی۔ دل کی دھڑکن قدرے تیز ہوئی۔ وہ تولیہ اسٹینڈ پر ڈالتا ہوا پلٹا۔

"آئی ایم سوری ماں۔" دعا کو سامنے پا کر اس کی زبان کو تالا لگ گیا۔ وہ اسے دیکھنے کی بالکل توقع نہیں کر رہا تھا۔

"میں سمجھا ماما جان ہیں۔" وہ وضاحت دیتا لیپ ٹاپ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

"میں آپ کے لیے دودھ لائی تھی۔" دعا خفت چھپاتے ہوئے بولی۔

"رکھ دو۔" مختصر جواب دے کر لیپ ٹاپ کھول لیا۔

"کہاں؟" دعا نے یہ سوال جان بوجھ کر پوچھا۔

"میرے سر پر انڈیل دو۔" وہ ڈسٹرب ہو گیا۔ لیپ ٹاپ زور سے بند کیا اور کھڑکی کی طرف چل دیا۔ دعا بھی اس کے پیچھے ہو لی۔

"یہ۔" اس نے گلاس آگے کیا۔

"تم جا سکتی ہو۔" اس نے گلاس تھام کر تحکم بھرے لہجے میں کہا۔

"اتنے سخت ناراض ہیں کہ معافی کا موقع بھی نہیں دے رہے۔" دعا کی آواز میں نمی گھل گئی۔ عمیر کا دل پسیج گیا۔

"میں تم سے معافی کا نہیں احتیاط کا تقاضا کرتا ہوں۔ اب تم اتنی چھوٹی بچی نہیں رہیں دعا کہ ہر اچھے' برے کی تمیز میں سکھاؤں اپنی عقل کو بھی استعمال کرنا سیکھو۔" اس کی آنکھ میں ٹھہری نمی نے اسے نرم کر دیا۔ وہ ذو معنی الفاظ میں اسے بہت کچھ سمجھا گیا۔

دعا کی معافی نے اسے باور کروا دیا تھا کہ اس نے بھی عمر کے رویے میں گھٹیا پن دیکھ لیا تھا۔

"میں آئندہ کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔" اس کے چہرے پر شرمندگی تھی۔

"اور آئندہ سے ایسی بچکانہ حرکت بھی نہیں کرنی۔" اس نے تنبیہہ کی۔

"کبھی نہیں کروں گی کیونکہ میں آپ کی ناراضی برداشت نہیں کر سکتی۔" یہ ڈھکا چھپا سا اتنا خوب صورت اور دلکش اعتراف تھا کہ عمیر کا شام سے جھلستا دل ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔

"آئی پرامس' نہ کبھی تمہیں ڈانٹوں گا اور نہ ہی ناراض ہوں گا۔" بہکتے جذبات کی رو میں کیا گیا وعدہ ہوا کے سپرد ہوا۔ ستاروں کے جھرمٹ میں روشن چاند ان دونوں کی اس معصومیت پر مسکرا دیا۔



الیاس احمد لمبے کوریڈور میں سست روی سے چکرا رہے تھے لیکن ان کا ذہن بہت تیزی سے تانے بانے بن رہا تھا۔ وہ پچھلے دس سال سے مریم کو وراثت میں ملنے والی جائیداد پر نظریں گاڑے تھے۔ تبریز ملک بہت سخت گیر اور بارعب شخصیت تھے۔ ان کا بہت اثر و رسوخ تھا۔

الیاس احمد خود میں اتنی ہمت نہیں پاتے تھے کہ ان سے مریم کا حصہ طلب کرتے۔ لیکن اب حالات یکسر بدل گئے تھے۔

مریم کے چھوٹے بھائی آصف ملک اور اس کی بیوی کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اس کی بیوی موقع پر جاں بحق اور اس کی ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوئی تھی۔ تبریز ملک کی بیوی اپنے تین بچوں کے ساتھ امریکہ شفٹ ہو گئی تھی۔ بچے وہاں زیر تعلیم تھے۔

آصف ملک نے اپنی معذوری اور تنہائی کو ذہن پر سوار کر لیا تھا۔ اسے ڈپریشن کے دورے پڑتے تھے۔ کوئی بھی نرس یا اٹینڈنٹ اس کی خدمت کے لیے زیادہ عرصہ نہ ٹکتا۔ تبریز ملک ایک ماہر نفسیات کے مشورے کے مطابق بھائی کی شادی کروانا چاہتے تھے۔ تاکہ اس کے اندر زندگی کی جینے کی امنگ پھر سے جاگ اٹھے۔

ان کے اپنے حلقہ احباب میں کوئی بھی آصف کو رشتہ دینے کو راضی نہیں تھا حالانکہ ڈاکٹرز کو نوے فیصد امید تھی کہ وہ میجر آپریشن کے بعد اپنے پیروں پر چلنے کے قابل ہو جائے گا۔ تبریز ملک کا ارادہ آصف کی کسی غریب گھرانے کی لڑکی سے شادی کروا کے' مریم کو

اس کی جائیداد میں حصہ دے کر امریکہ شفٹ ہو جانا تھا۔ وہ بھائی کا آپریشن وہیں سے کروانا چاہتے تھے۔ ابھی وہ صرف اس کی شادی کے لیے رکے ہوئے تھے اور کئی بار الیاس احمد کو بھی لڑکی ڈھونڈنے کا کہہ چکے تھے۔

الیاس احمد کے ذہن نے ساری پلاننگ کرلی تھی۔ انہوں نے سارے مہرے ترتیب دے لیے، اب صرف چال چلنی تھی۔ وہ کرپشن کے میدان کے بڑے اچھے کھلاڑی تھے۔ انہیں پتا تھا کہ کس سے اپنا مطلب کیسے نکلوانا ہے۔

بہت احتیاط اور ہوش مندی کے ساتھ وہ سب سوچ سکتے تھے۔ رات کے دو بج گئے تھے لیکن ان کی آنکھوں میں نیند کے بجائے خوشی کا راج تھا۔ وہ ایک تیر سے کئی شکار کھیلنے جا رہے تھے۔



"شکر ہے کہ تمہاری تکلیف دور ہوئی ورنہ میں تو بہت پریشان تھی کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ تم گھر کیسے مینیج کرو گی۔" وہ دونوں چلتی ہوئی برآمدے میں دھری کرسیوں پر آبیٹھیں۔ مریم جٹھانی کی فکر پر مسکرادی۔ اسے ان کے خلوص پر یقین تھا۔

"مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی تھی بھابھی جان جو مجھے بہت ڈسٹرب کر رہی ہے۔" مریم اسی مقصد کے لیے آئی تھی اسے اپنے دماغ کی الجھن دور کرنا تھی۔

"ہاں ضرور پوچھو اور یہ تم اجازت کب سے لینے لگیں۔" انہیں اس کی اس بچکانہ حرکت پر حیرت ہوئی۔

"بھابھی جان! دعا آپ کے گھر میں پل بڑھ کر جوان ہوئی ہے۔ بہت نیک اور سوبر بچی ہے پھر اپنی دیکھی بھالی، آپ عمیر کے لیے اسے کیوں نہیں چوز کر رہیں۔" مریم نے تمہید باندھے بغیر پوچھ لیا۔

رابعہ احمد کو ذرا بھی گمان نہیں تھا کہ وہ یہ سوال کرنے والی ہے۔ ان کا ذہن متضاد سوچوں میں گھرا اور چہرے کا رنگ بدلا۔ ابھی نجانے اور کس کس نے یہ پوچھ گچھ کرنا تھی۔ وہ اور لوگوں کے ساتھ مبالغہ آرائی سے کام لے لیتیں لیکن مریم کے ساتھ جھوٹ نہیں بولا جا سکتا تھا۔

"تمہاری بات بالکل درست سہی لیکن مریم! ہم دونوں نے پانچ سال ایک گھر میں، ساتھ گزارے ہیں پھر عورت ذات ہونے کے ناتے ایک دوسرے کے دکھ سکھ سانجھے ہیں، تم عمر کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہو۔ اسے عمیر کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کی عادت ہے وہ کبھی۔۔۔"

"لیکن بھابھی جان! دعا کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے اپنے جذبات اور ایک مضبوط سوچ ہے۔ وہ خود عمیر کے حق میں فیصلہ دے گی۔"

وہ فوراً انہیں بیچ میں ٹوک گئی کیونکہ وہ ان کی ادھوری بات کا پورا مطلب سمجھ گئی تھی۔

"اور آپ کو کم از کم اس معاملے میں عمر سے ڈرنے کی قطعی ضرورت نہیں، دعا کے سرپرست بھائی جان ہے ناں وہ خود اس کے۔۔۔"

"تمہارے بھائی جان کی وجہ سے ہی تو میں کڑوا گھونٹ بھرنے لگی ہوں۔" رابعہ احمد نے ٹھنڈی سانس بھرتے مریم کی بات کاٹی۔

"وہ دعا سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ ان باپ بیٹوں کے بیچ کوئی بڑا اختلاف پیدا ہو، تمہیں حالات کی سنگینی کا ٹھیک سے اندازہ نہیں ہے۔ اگر میں نے غلطی سے بھی عمیر اور دعا کے رشتے کا ذکر چھیڑ دیا تو عمر بہت بڑا طوفان کھڑا کر دے گا۔"

رابعہ احمد اس موضوع پر ہی بات کرتے ہوئے اندر سے سہم گئیں۔ مریم عمر کی فطرت سے واقف ان کا ڈر سمجھ سکتی تھی۔ یہ واحد مریم ہی تھی جس سے انہوں نے بہ آسانی اپنے دماغ کی سوچ اور ڈر شیئر کر لیا تھا۔

"ویسے دعا ہمارے عمیر کے لیے بہتر انتخاب ہے۔ دونوں ماشاء اللہ سے بہت نیک اور اچھے بچے ہیں۔" مریم نے بھی ان کے دکھ کو دل سے محسوس

کیا۔
"وہ اتنی سعادت مند اور سلجھی ہوئی بچی ہے کہ خدا قسم، مجھے زندگی بھر اس چیز کا دکھ رہے گا۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ اتنی نیک ماں کی نیک بیٹی، میرے فرماں بردار بیٹے کی قسمت میں نہیں۔" رابعہ احمد نے افسوس سے ہاتھ ملے۔
ابھی آگے اور بھی بہت سے مشکل مراحل درپیش تھے۔



وہ کچن میں آیا تو دعا لنچ کی تیاری کر رہی تھی۔ اس نے ماتھے پر دس بل ڈال کے اسے مخاطب کرنے کی زحمت کی۔
"ماما کدھر ہیں؟" وہ سو کر اٹھا تھا۔ اسے صرف ماں کے ہاتھ کا ناشتہ لیتا تھا۔ دعا نے مڑ کر دیکھا۔ اس کے دل میں غصے کی تیز لہر اٹھی۔
"پتا نہیں۔" اس نے جھوٹ بولا۔
وہ اس کے ساتھ کچن میں کام چھوڑ کے اپنی بہن کا فون سننے گئی تھیں۔
"ایک گلاس پانی دو۔" وہ حکم صادر کرتا کرسی کھینچ کے وہیں ڈھیر ہو گیا۔
اسے عمر کا اس دن والا فقرہ اور نظروں کی گندگی یاد آگئی۔ اس نے سر پر دوپٹہ بھی اچھی طرح اوڑھ لیا۔
"بوتل فریج میں پڑی ہے۔" اب کے مڑے بغیر کڑوے لہجے میں جواب دے دیا گیا۔
"تمہارے ہاتھ ٹوٹ گئے ہیں۔" عمر کا پارہ چڑھا۔
"میں نہ تو فارغ ہوں اور نہ ہی ملازمہ۔"
اب کے مڑ کے خاصا منہ توڑ جواب دیا گیا۔ وہ بلاوجہ اس سے دبک نہیں سکتی تھی۔ اس کے ساتھ عمیر کا اعتماد تھا۔
"ہاؤ ڈیر یو، یہ تم کس لینگویج میں، مجھے ریفیوز کر رہی ہو۔ تم اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہو۔ پتا نہیں کیوں میرا باپ تمہیں اٹھا کے گھر لے آیا ہے۔ مجھے تم جیسی چیپ لڑکیاں سخت بری لگتی ہیں، جو خود کو..."
"عمر کیا ہوا عمر، کیوں چیخ رہے ہو؟" رابعہ احمد اس کے چلانے کی آواز سن کر دوڑی آئی تھیں۔
"یہ کیا نحوست آپ گھر میں اٹھا لائی ہیں؟" اس کے غصے کو مزید تپ چڑھی۔
"کیا ہو گیا ہے، کیا کر دیا ہے دعا نے۔" رابعہ احمد سخت گھبرا گئی تھیں۔ انہوں نے دعا کو دیکھا جس کا چند لمحے قبل والا اعتماد رفوچکر ہو گیا تھا، وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔
"ذرا سا کام کہہ دیا، زبان درازی کرنے لگی۔ اسے مینرز سکھائیں ورنہ میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔" اس نے غصہ نکالنے کے لیے سلیب پر دھری پلیٹوں کو زور سے ہاتھ مار کے گرا دیا۔
"نکلو عمر، میں ابھی تمہارے لیے ناشتہ بنا کے لاتی ہوں۔" رابعہ احمد نے دعا سے کوئی وضاحت نہیں مانگی تھی کیونکہ وہ ان دونوں کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھیں اور پھر دعا کی غیر ہوتی حالت سب بتا رہی تھی۔
"خالی پیٹ تمہارا دماغ ویسے ہی کام نہیں کرتا۔" رابعہ احمد نے اسے بازو سے دبوچ کے باہر کو دھکیلا۔ عمر بکتا جھکتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔
دعا ہچکیوں سے رونے لگی۔ اسے کبھی اتنی سبکی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ عمر پہلے بھی کئی بار اس کی انسلٹ کر چکا تھا لیکن تب کی بات اور تھی۔ اب وہ خود کو ان کی فیملی میں ان فٹ اور ان پر بوجھ سمجھتی۔
"تم بھی چلو اپنے بیڈ روم میں اور اس بدتمیز کی بکواس کو سیریس مت لینا۔" انہوں نے نرمی سے دعا کا بازو پکڑ کر اسے چولہے کے سامنے سے ہٹایا۔ ان کے پاس اسے چپ کروانے اور تسلی دلاسے دینے کا وقت نہیں تھا۔ اگر عمر کا ناشتہ مزید لیٹ ہو جاتا تو وہ پھر سے واویلا شروع کر دیتا۔ انہیں دعا کی بجائے فی الحال اس کی فکر دامن گیر تھی۔



آج چھٹی کا دن تھا۔ الیاس احمد نے ڈیڑھ گھنٹے

ناشتہ کر کے لاؤنج میں بیٹھے' پانچویں کاروباری کال ریسیو کی۔ "جی رندھاوا صاحب' چلیں آپ کے اطمینان کے لیے مل کی تیاری ہوتے دکھا دیتے ہیں۔ آپ کل فیکٹری آجائیں اور جس طرح سے چاہیں گے' میں آپ کی تسلی کرا دوں گا۔" مریم بچوں کو ناشتہ کروا' ملازمہ سے کچن صاف کرواتے شوہر پر بھی نظر رکھے ہوئے تھی۔

"چلیں پھر کل ملاقات ہو گی' اللہ حافظ۔" انہوں نے فون بند کیا تو مریم فوراً" ان کے پاس آبیٹھی مبادا کہیں چھٹی کال نہ آجائے۔

"ایک ہی تو دن ہوتا ہے چھٹی کا اس میں بھی آپ بزی رہتے ہیں۔"

انہوں نے اپنی بیزاری الیاس احمد پر ظاہر نہ کی ورنہ وہ بھڑک بھی سکتے تھے اور وہ چھٹی کا دن خراب نہیں کرنا چاہتی تھی اسے اپنا مطالبہ بھی منوانا تھا۔

"میں خود تھوڑی کال کر رہا ہوں' ان جاہل کلائنٹس کو چھٹی والے روز بھی سکون نہیں۔ آج کا دن تو فیملی کے ساتھ گزارنے دو۔" وہ خود اکتائے ہوئے تھے۔

"آپ ایسا کریں' موبائل سوئچ آف کر دیں۔" مریم نے مسکرا کر آئیڈیا دیا۔

"مجھے تم سے ایسے ہی نایاب مشورے کی امید تھی۔" انہوں نے سنجیدگی سے سر نفی میں ہلایا۔

"ایک ماہ ہو گیا ہے' بھائی صاحب کی طرف چکر نہیں لگایا۔ بچے بھی ماموں کے گھر جانے کی فرمائش کر رہے ہیں۔" مریم نے ان کا موڈ نارمل پا کے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ چھٹی والے دن اس کا جی چاہتا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ سارا دن گھومے پھرے' وہ دونوں بچوں اور گھر کے لیے شاپنگ کریں لانگ ڈرائیو اور ڈنر پہ جائیں۔ لیکن الیاس احمد نے اس کے دل کی خواہش پوری کرنے پر بھی اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔

"کیا ضرورت ہے بھلا کہیں جانے کی' ایک ہی تو ہفتے میں دن ملتا ہے وہ بھی بندہ دوسروں کے گھر منہ اٹھا کے چل دے۔" ان کا ہمیشہ والا اصاف گورا جواب حاضر تھا۔

"بھائی صاحب کی فیملی تو امریکہ میں ہے۔ اگر ہم ان کے ساتھ لنچ کریں گے تو وہ خوش ہوں گے اور پھر آصف۔" مریم نے نرمی سے ایک اور کوشش کرنی چاہی تھی۔ لیکن الیاس احمد نے انگلی اٹھا کے اس کی زبان کو بریک لگا دیا۔

"اپنے اس آصف بھائی سے' میرے بچوں کو دور ہی رکھو' اس نے اپنے پاگل پن میں انہیں کوئی نقصان پہنچا دیا تو کون ذمہ دار ہو گا' جاہل عورت۔"

الیاس احمد آخری جملہ زیر لب بڑبڑاتے وہاں سے اٹھ گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جتنی دیر بیٹھے رہے مریم بحث کیے جائیں گی اس لیے اٹھ جانا ہی بہتر تھا۔



عمر کی بدتمیزی رات دیر تک اس کے ذہن پر سوار رہی۔ وہ ٹھیک سے سو بھی نہیں پائی۔ یہی وجہ تھی کہ صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی۔ وہ منہ ہاتھ دھو کے واش روم سے نکلی تو دروازے پر دستک ہونے لگی۔

"یس کم ان!" اس نے تولیہ اسٹینڈ پر ڈالتے ہوئے اجازت دی۔

"السلام علیکم!" آنے والے ریاض احمد تھے۔

"ماموں جان آپ' آپ نے کیوں زحمت کی۔ مجھے بلوا لیا ہوتا۔" وہ پہلی بار اس کے کمرے میں آئے تھے۔ دعا کو حیرت ہوئی۔

"کیوں میں اپنی بیٹی کے پاس چل کر نہیں آ سکتا۔" انہوں نے دعا کو سینے سے لگا کے اس کا سر چوما۔

"آئیں بیٹھیں ناں۔" وہ کشن ترتیب سے دھرنے لگی۔

"تم ناشتے کی ٹیبل پر نہیں آئیں تو میں سمجھا شاید تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔" انہوں نے اپنا خدشہ بتایا۔

"نہیں طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ بس آج ذرا آنکھ دیر سے کھلی۔" اس نے صاف جھوٹ بولا۔

"ادھر میرے پاس بیٹھو۔" انہوں نے کہتے ہوئے

ہاتھ سے پکڑ کر اسے اپنے قریب بٹھالیا۔
"تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں دعا۔"
یہ وہ سوال تھا جو وہ بچپن سے ان کی زبان سے سنتی آ رہی تھی۔ جواباً" وہ لمبی لسٹ ماموں کو تھمادیا کرتی۔ مگر اب ایسا نہیں تھا۔ حالات و واقعات نے اسے بہت سمجھ دار بنادیا تھا۔
"نہیں ماموں جان کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ ہے میرے پاس۔" اس نے سر جھکالیا۔ اس کے جھکے سر اور عاجزی نے ریاض احمد کو قدرے حیرت میں ڈال دیا۔
"پھر بھی میں تمہیں نیکسٹ ویک اینڈ پہ شاپنگ پر لے جاؤں گا تمہارا جو جی چاہے وہ خرید لینا۔" انہوں نے اپنے دل کی تسلی کے لیے کہا۔
"یہ بتاؤ تمہارا دل لگ گیا ہے ناں ہم ہمارے ساتھ خوش تو ہو ناں کسی سے کوئی شکایت ہے تو مجھے بتاؤ۔" دعا کی چپ اور چہرے پر پھیلی اداسی نے انہیں مضطرب سا کردیا۔
"نہیں ماموں جان، مجھے کسی سے شکایت نہیں۔" اس نے بے دلی سے کہا۔
وہ اتنی شفقت اور محبت سے پوچھ رہے تھے کہ اس کا دل چاہا وہ ان کی گود میں سر رکھ کے زارو زار رو دے اتنا کہ اس کا غبار سے بھرا دل ہلکا ہو جائے اور اس کے سارے دکھ آنسوؤں میں بہہ جائیں۔
"آپ یہاں ہیں میں سارے گھر میں آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں۔" رابعہ احمد حواس باختہ سی کمرے میں داخل ہوئیں۔
"بھئی میں اپنی بیٹی کے پاس بیٹھا ہوں۔ تم مجھے کیوں ڈھونڈ رہی تھیں۔" ریاض احمد نے مسکراتے ہوئے دعا کے کندھے کے گرد بازو لپیٹا۔
"نہیں وہ آپ نے ناشتہ نہیں کیا نا اس لیے میں۔" رابعہ احمد نے بغور دعا کا چہرہ جانچا۔ وہ دعا کے شکایت کرنے کے خوف سے دوڑی آئی تھیں۔
"میں اپنی بیٹی کو لینے آیا تھا تم ہم دونوں کے لیے اچھا سا بریک فاسٹ ریڈی کرو۔" ریاض احمد کا موڈ کافی بہتر ہو گیا۔
"دعا فریش ہو گئی ہو تو آجاؤ۔" ان کے دل کا وہم انہیں جانے نہیں دے رہا تھا۔
"چلیں آئیں ماموں جان۔" دعا فوراً" اٹھ گئی ریاض احمد نے بھی اس کی تقلید کی۔
"ہاں چلو باقی ساری باتیں ناشتے پہ کریں گے۔" دعا محض اثبات میں سر ہلا کے رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

مریم لاؤنج میں مغموم سی بیٹھی تھی۔ چھٹی والے روز وہ خود بہ طور خاص الیاس احمد کے لیے لنچ بنایا کرتی تھی لیکن آج اس نے بچوں کو سینڈوچ بنا کر فارغ کردیا تھا اور خود صوفے پر سر نیہواڑے بیٹھی تھی۔
الیاس احمد باہر سے ہی بولتے ہوئے داخل ہوئے۔
"بچے کہہ رہے ہیں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تم نے کھانا نہیں بنایا۔"
"میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن میرا کھانا بنانے کو دل نہیں چاہ رہا۔" مریم نے جھکا سر اٹھا کے دو ٹوک جواب دیا۔
اسے اپنا غصہ یونہی نکالنا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ الیاس احمد اچھا کھانے کا کتنا شوقین ہے۔ آج فرمائشی کھانا بننا تھا۔ وہ طنزیہ مسکرادیا وہ سمجھ گئے تھے کہ وہ ان سے بدلہ لے رہی ہیں۔ لیکن وہ فی الحال اس کے ساتھ بحث میں نہیں پڑنا چاہتے تھے اس لیے موبائل نکال کے کال ملانے لگے۔
"السلام علیکم بھابھی جان! کیسی ہیں آپ؟" "ٹھیک ہیں۔ جی خیریت سے ہی کال کی ہے۔ میں چاہ رہا تھا آج آپ لوگ ہماری طرف ڈنر پر آئیں بہت عرصہ ہو گیا ہے ہمیں مل بیٹھے ہوئے۔" الیاس احمد کی اتنی شائستہ گفتگو نے اس کے تن بدن میں آگ لگادی تھی۔
اسے دلی دکھ ہو رہا تھا انہوں نے اپنے بھائی کو ترجیح دی تھی۔ وہ پچھلے ایک ماہ سے میکے نہیں جاپائی تھیں۔ آصف اس کا معذور بھائی اسے یاد کررہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ الیاس احمد نے یہ حرکت اسے جلانے کے

لیے کی ہے۔ کیونکہ وہ شاذو نادر ہی مریم کے بے حد اصرار پر بھائی جان کی فیملی کو مدعو کیا کرتے تھے۔

"اچھا سا ڈنر ارینج کرنا' کم از کم چھ سات ڈشز ہوں۔ جو چیز نہیں ہے لسٹ بنا کے ملازم سے منگوالو۔" فون بند کر کے وہ اسے ہدایات دے رہے تھے۔ انہیں بیوی کے چہرے پر پھیلی تکلیف سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ میں سونے جارہی ہوں۔ کھانا کسی ریسٹورنٹ میں آرڈر کردیجیے۔" وہ ان کی جلی بھنی سننے کی بجائے جھٹکے سے اٹھی اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی الیاس احمد کے ماتھے پر تیوریاں پڑ گئیں لیکن خاموش رہے۔ کیونکہ وہ آج کی دعوت میں ہونے والی گفتگو ترتیب دے رہے تھے۔



کھانا بڑے خوشگوار ماحول میں کھایا گیا۔ مریم نے سارا کھانا خود تیار کیا تھا البتہ وہ خود بہت خاموش سی تھی۔ الیاس احمد بڑی شائستگی سے بھائی جان کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ عمر نے دوسری بار انہیں آنکھ سے اشارہ دیا۔

"بھائی جان' مجھے آپ سے ایک ریکویسٹ کرنی ہے اگر آپ برا منائے بغیر تحمل سے سنیں۔" الیاس احمد نے گلا کھنکھار کے تمہید باندھی۔ انہیں بھی بھائی جان کی اصول پسند طبیعت سے ڈر لگتا تھا۔

"چاچو! آپ تو پاپا جان سے چھوٹے بچوں کی طرح ڈر رہے ہیں حالانکہ میرے پاپا بہت پولائٹ اور سوئٹ پرسنالٹی ہیں۔" **عمیر** ان کی اجازت لینے پر مسکرا رہا تھا۔ عمر کو سراسر جھوٹ اور لفاظی لگا۔

"ہم بھائیوں کے بیچ ایک تعلق ریسپکٹ کا بھی ہے۔ ان کی شفقت نے کبھی مجھے باپ کی کمی نہیں محسوس نہیں ہونے دی۔" انہوں نے چالاکی سے مزید جال پھیلایا۔

"بھائی جان! میں اسٹریٹ فارورڈ ہوں۔ عمر آپ کا چھوٹا بیٹا ہے' ابھی نادان ہے۔ کچھ جذباتی بھی ہے۔ آپ اس پر بھی اپنا دست شفقت رکھیں یہ سدھر جائے گا۔ آپ کی ہر بات مانے گا۔ ایک بار اعتماد کر کے تو دیکھیں۔" الیاس احمد کے لہجے میں خاصا وزن تھا۔

عمر نے وکٹری کا اشارہ دیا۔ ریاض احمد نے سب غور سے سن کے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ذرا توقف کیا۔ رابعہ احمد' مریم' نوال اور دعا جو پچھلی طرف رکھے صوفوں پر بیٹھی بات چیت کر رہی تھیں' وہ بھی خاموش ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"ایکچولی الیاس' تم سے قبل رابعہ اور **عمیر** بھی اس کی کئی بار سفارش کر چکے ہیں۔ میرے دو ہی بیٹے ہیں' میں بھلا کیوں ان میں فرق کرنے لگا۔ مجھے عمر بھی بہت عزیز ہے۔ میں اس کی بھی بہتری چاہتا ہوں لیکن یہ بہت جذباتی اور اڑیل بھی ہے۔ بزنس کرنے کے لیے صرف پیسہ ہی نہیں بلکہ تجربہ بھی چاہیے ہوتا ہے جو اس کے پاس نہیں ہے۔ یہ کچھ کاروبار کی شدھ بدھ سیکھے' اپنے مزاج میں عاجزی اور نرمی پیدا کرے۔ میں اسے جلد ہی ان شاء اللہ بزنس کروا دوں گا۔ یہ میرا آپ سب سے وعدہ ہے۔"

عمر کے چہرے کی رنگت بدل گئی کیونکہ ریاض احمد نے اپنا واضح موقف بیان کر دیا تھا۔ ان کی تمام شرائط بہت کڑی تھیں۔

"اوکے' آپ **عمیر** کو اسلام آباد والی برانچ میں شفٹ کردیں۔" عمر کے دماغ نے بہت تیزی سے کام کیا۔ جان بوجھ کر **عمیر** کی ٹانگ کھینچی۔

"کیوں؟ تمہیں اس سے کیا تکلیف ہے۔ یو نو اس نے چار پانچ سالوں میں بزنس کو کتنا وسیع کیا ہے۔ فارن کنٹریز تک ہمارے کنٹیکٹس صرف اسی وجہ سے بن پائے ہیں۔" ریاض احمد نے وجہ بتاتے ہوئے قریب بیٹھے **عمیر** کے کندھے پر ہاتھ دھرا۔ **عمیر** اس ساری بحث میں خاموش ہی رہا تھا۔

"**عمیر** کے پاس بھی کوئی ایکسپیرنس نہیں تھا لیکن پھر بھی آپ نے اس پر اندھا اعتماد کیا۔" عمر بہت جبر کر رہا تھا۔

"اس کے پاس بیشک ایکسپیرنس نہیں تھا لیکن

فرمانبرداری اور مستقل مزاجی تھی جو تم میں نہیں ہے۔" ریاض احمد کا موقف اٹل تھا۔

دور بیٹھی دعا کے دل کو اس طرف داری پر ڈھارس ملی۔

"آپ منیجر کو فائر کریں، مجھے اسی سیٹ پر بیٹھنا ہے، مجھے اتھارٹیز بھی دی جائیں اور وائز مجھے ایک ایمپلائی کے طور پر بالکل کام نہیں کرنا۔"

عمر نے چھوٹا منہ بڑی بات کردی تھی۔ الیاس احمد بالکل خاموش تماشائی بن گئے تھے کیونکہ عمر بہت اچھا کھیل رہا تھا اور یہی وہ چاہتے تھے۔ سب ان کی خواہش کے مطابق ہوتا جارہا تھا۔

"دوسروں سے جلنا اور ان کی برابری کرنا چھوڑ دو عمر اپنے آپ میں کچھ گٹس پیدا کرو۔ مجھے اپنے کروڑوں کے بزنس کی نیا نہیں ڈبونی' بہتر یہی ہے کہ تم گھر میں فارغ پڑے تین وقت کی روٹی کھاؤ اور شیخ چلی کی طرح منصوبہ بندی کرو۔" وہ غصے سے بولتے کھڑے ہوگئے۔ ان کا نظام تنفس بگڑ گیا۔ عمیر نے تیزی سے آگے بڑھ کر ان کی پشت سہلائی۔

"آئندہ کوئی بھی' اس لڑکے کی سفارش ہرگز نہ کرے ورنہ میں اس سفارشی کو گولی مار دوں گا۔" وہ غصے سے چلاتے ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے۔ عمیر بھی ان کے ساتھ تھا۔ رابعہ احمد بھی تیز قدموں سے ہراساں سی پیچھے بھاگیں۔

عمر نجانے منہ میں کیا بڑبڑا رہا تھا۔ الیاس احمد ہاتھ جھاڑتے کھڑے ہوگئے۔ آج کی رات کا اختتام ان کے حسب منشا ہوا تھا۔ خوشی ان کے انگ انگ میں ناچ رہی تھی۔



رابعہ احمد قرآن پاک کی تلاوت کرکے' تسبیح پڑھتی لان میں سیر کررہی تھیں۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ ابھی انہوں نے دو چکر لگائے تھے کہ درمیانی رستے سے مریم آتی دکھائی دی۔ رابعہ احمد وہیں رک گئیں۔

"السلام علیکم بھابھی جان!" اس نے قریب آکر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام' مریم اتنی صبح' خیریت تو ہے نا۔" وہ اس طرح سے کبھی نہیں آئی تھی کوئی ضروری کام ہوتا تو کال کرلیتی۔ پھر وہ رات اس کی طرف تھے۔

"جی سب خیریت ہے' آپ آئیں بیٹھیں' مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے کرسیوں کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔

"جلدی بتاؤ مریم' مجھے تو ٹینشن ہو رہی ہے۔" رابعہ احمد گھبرا گئیں۔

"بھابھی جان' رات آپ نے عمر کا رویہ اور غصہ دیکھا تھا' وہ کس طرح روڈ ہو رہا تھا اور بھائی جان بھی ذرا نرمی کا مظاہرہ نہیں کررہے تھے۔ اگر دونوں باپ بیٹے کے بیچ یہی سرد جنگ چلتی رہی تو آپ کا گھر اور بیٹے ٹوٹ جائیں گے۔" مریم نے جو رات دیکھا تھا بالکل وہی دہرایا۔

"میں نے تو ساری زندگی اس گھر اور رشتوں کو سنوارنے میں گزار دی' کبھی کسی کو دکھ یا شکایت کا موقع نہیں دیا۔ اب تو ہر وقت دعا گو رہتی ہوں کہ اللہ عمر کو ہدایات عطا کرے۔ کیا کروں' اسے اتنا سمجھاتی ہوں' اس کی عقل کام ہی نہیں کرتی۔ اب اس عمر میں مجھے یہ ذلت بھی سہنی پڑ رہی ہے۔" رابعہ احمد اس موضوع پر افسردہ ہوگئیں۔" رات ریاض احمد کا بی پی ہائی ہوگیا تھا۔ عمیر نے ڈاکٹر کو کال کی اور دیر تک باپ کے سرہانے بیٹھا ان کے ہاتھ پاؤں دباتا رہا' عمر کا غصے سے برا حال تھا۔"

"بھابھی جان! میرے ذہن میں رات سے ایک آئیڈیا ہے۔ آپ عمر کی شادی کردیں۔" مریم نے دھماکا کیا۔ یہ کہنے کے لیے وہ رات ٹھیک سے سو بھی نہیں پائی تھی۔

"شادی۔ یہ کیسا آئیڈیا ہے؟" وہ گڑبڑا گئیں۔

وہ اس کی شکایتوں کا پٹارا کھولے بیٹھی تھیں۔ کام دھندہ وہ نہیں کرتا تھا اور مریم انوکھا آئیڈیا پیش کررہی تھی۔

"کیا آپ نہیں چاہتیں کہ عمر اور بھائی جان کے

تعلقات بہتر ہو جائیں، وہ عمیر کا احترام کرے اور ان کے ساتھ آفس جانے لگے۔" مریم نے ایک ایک کر کے ان کے دل کی حسرتیں گنوائیں۔

"لیکن یہ سب ممکن نہیں ہے مریم، ابھی عمر سے بڑا عمیر اور دو جوان بیٹیاں نوفل اور دعا بھی ہیں، ریاض احمد تو کبھی بھی نہیں مانیں گے۔" رابعہ احمد کو حیرت ہو رہی تھی کہ مریم صبح صبح انہیں کیسے عجیب سے مشورہ دینے آگئی ہے۔

"بھابھی جان! عمیر اور عمر کی شادی ایک ساتھ کر دیں۔ عمیر کے لیے اچھی سی لڑکی ڈھونڈیں اور عمر کی شادی دعا سے۔" مریم کے الفاظ نے رابعہ احمد کے حواس پر بم گرا دیا تھا۔ اس نے کتنی بڑی اور غیر متوقع بات کردی تھی۔

"عمر اور دعا کی شادی!!" ان کے منہ سے یہی نکل

"کیونکہ دعا عمر اور بھائی جان کے بیچ ایک پل کا کردار ادا کرے گی۔ بھائی جان دعا کی وجہ سے عمر کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ دعا ان کی کمزوری ہے۔ اور اس کی نیک فطرت کا رنگ عمر پر بھی ضرور پڑے گا۔ وہ اسے اپنے صبر سے سدھار لے گی۔ پھر آپ بھی تو ہیں ناں دعا کا ساتھ دینے کو۔" مریم نے متوقع حالات کو پوری جزیات کی ساتھ بیان کیا۔ اس کا ایک ایک لفظ رابعہ احمد کے دل کو روشن کرتا گیا۔ ان کے چہرے پر پھیلی پریشانی خوشی و مسرت میں بدل گئی۔

"تم... تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، پہلی بار، مجھے اتنا اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں، میں بہت خوش ہوں، بالکل ایسا ہی ہونا چاہیے۔ دعا واقعی بہت اچھی اور نیک بچی ہے۔ وہ عمر کی بھلی بری سب برداشت کرلے گی۔"

رابعہ احمد متضاد کیفیات کا شکار تھیں۔ کبھی حیران و بے یقین ہو کے مریم کے ہاتھ تھام لیتیں اور کبھی مسکرانے لگتیں۔

"اب پہلے جلدی سے عمیر کا رشتہ پکا کردیں تاکہ بھائی جان کے پاس کوئی آپشن ہی نہ بچے۔" اس نے اگلا لقمہ بھی دیا۔

"میں... میں بہت جلد کوشش کرتی ہوں، تم بھی میرا ساتھ نبھاؤ گی ناں۔" رابعہ احمد نے بڑے جوش سے ارادہ باندھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ہاں ضرور، کیوں نہیں بھابھی جان۔" مریم نے زور سے سر اثبات میں ہلاتے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔



الیاس احمد صوفے پر بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھوں میں شاطرانہ چمک تھی۔ وہ رات سے بہت پرسکون تھے ان کی ترتیب دی گئی منصوبہ بندی کے مطابق پہلا وار بالکل ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ عمر ایک بار خود اپنے کانوں سے باپ کے منہ سے اپنی شان میں قصیدے سن لے تاکہ انہیں اپنا اگلا تیر چلانے میں آسانی ہو۔ ریاض احمد نے اپنے بیٹے کو ہزاروں بار برا بھلا کہا ہو گا، اس سے بھی زیادہ سخت اور برے القابات دیے ہوں گے لیکن کل رات جو انہوں نے الیاس احمد کے سامنے کہہ دیا تھا۔ وہ اب انہوں نے عمر کے ذہن میں باپ اور بھائی سے نفرت پیدا کرنے کے لیے فیڈ کرنا تھا۔ ان کے الفاظ کو غلط رنگ میں کیسے رنگنا تھا، یہ وہ اچھی طرح جانتے تھے۔

انہوں نے وال کلاک میں وقت دیکھا اور کال ملانے لگے۔ عمر ڈریسنگ کے دراز میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ موبائل کی گھنٹی پر اپنی تلاش چھوڑ کے فون کان سے لگایا۔

"کوئی کام ہے آپ کو؟" اس کا لہجہ اجنبی تھا۔

رات والی بے عزتی ابھی تازہ تھی، وہ موقع پر موجود کسی بھی شخص کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تم کہیں جا رہے ہو؟" الیاس احمد کو اس کا مایوس لہجہ پاکر مزید حوصلہ ہوا۔

"ناشتہ کرنے۔" مختصر سا جواب۔

"ایسا کرو۔ میرے آفس آجاؤ، یہیں تگڑا سا ناشتہ کرتے ہیں۔"

"سنا نہیں تھا آپ نے' میرے والد صاحب نے مجھے تین وقت کھانا کھانے کی پرمیشن دی ہے۔ شکریہ" عمر کے الفاظ زہر خند اور لہجہ بے تاثر تھا۔

"اتنی معمولی سی بات کو دل پر مت لو بھتیجے' اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا وقت آگیا ہے۔" الیاس احمد نے چند لمحوں کا توقف کیا۔

"مجھے تم سے صلاح و مشورہ کرنا ہے۔" انہوں نے تجسس پھیلایا۔

"کیسا صلاح و مشورہ؟" عمر کو تشویش ہوئی۔

"تمہارے نام کا قرعہ نکل آیا ہے۔ اپنے حصے کے لیے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں۔ بس بیٹھے بٹھائے لاکھوں پکڑو' اور اپنی مرضی کی لائف سیٹل کرو۔" الیاس احمد کا انداز اتنا سنجیدہ اور ذو معنی تھا کہ وہ یقین و بے یقینی کے درمیان پھنس گیا۔ جہاں تک وہ چاچا کو جانتا تھا وہ ہمیشہ دوسروں کے پیسے پر نظر رکھنے اور قرض مانگنے والے انسان تھے اور کسی کو پھوٹی کوڑی دینے کے روادار نہ ہوتے۔

"آپ بالکل سچ کہہ رہے ہو۔" وہ مشکوک ہوا۔

"میں گھٹیا مذاق کر کے' تمہارے زخموں پر نمک کیوں چھڑکوں گا۔ فوراً" پہنچو۔"

عمر ضرورت مند تھا' یقین کرنا مجبوری تھی۔

"اوکے" نکلتا ہوں۔" اس کی مایوسی قدرے حیرت میں بدل گئی۔ وہ موبائل جیب میں ڈالتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔



ریاض احمد لاؤنج میں کافی دیر سے خاموش' ہونٹوں پر ہاتھ رکھے پرسوچ سے بیٹھے تھے۔ رابعہ احمد کی نظر پڑی تو پاس آبیٹھیں۔

"کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے۔" انہوں نے بھانپ لیا تھا۔

"میں دعا کے متعلق سوچ رہا ہوں' وہ مجھے بہت کنفیوژ اور چپ چپ سی لگی ہے۔ کیا ابھی تک وہ اپنی ماں کا دکھ بھلا نہیں پائی۔" وہ اپنا زیادہ وقت رابعہ احمد کے ساتھ گزارتی تھی سو ہی اس کے بارے میں کچھ بتا سکتی تھیں۔

"ہیں' ایسا تو کچھ بھی نہیں۔ بلکہ اب تو وہ پہلے سے کافی بہتر ہے۔"

رابعہ احمد گھبرا گئیں۔ وہ دعا کی خاموشی کی وجہ سے آگاہ تھیں۔ ریاض احمد اس سے بچپن سے اتنی محبت کرتے آئے تھے کہ چند منٹوں کی ملاقات میں ہی تاپوچھے اس کے چہرے سے بھانپ لیا تھا۔

"تم نے اس سے عمیر کے پرپوزل کا ذکر کیا تھا۔" ان کا ذہن اس طرف نکل گیا۔

"ج۔۔۔جی۔۔۔جی ہاں۔۔۔وہ۔" وہ شش و پنج میں پڑ گئیں کیونکہ یہ ذمہ داری کافی روز سے سونپی گئی تھی۔ اگر وہ انہیں ٹالنے کے لیے' اپنی لاپروائی ظاہر کرتیں تو وہ سخت ناراض ہوتے۔

ریاض احمد کا ذہن بھانجی میں انکا ہوا تھا وہ بیوی کی گھبراہٹ نوٹ نہ کر پائے۔

"وہ اس پرپوزل کو لے کر اپ سیٹ تو نہیں۔" ایک اور اندازہ لگایا گیا۔

رابعہ احمد کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ انہیں شوہر سے جھوٹ بولنا اور بہانہ گھڑنا نہیں آتا تھا لیکن بات برائے بات مبالغہ آرائی کی جاسکتی تھی۔

"ہاں۔۔۔ہاں شاید' مجھے بھی یہی لگا تھا کہ وہ اس بات کو لے کر کنفیوژ سی ہے۔" یہ کہتے ہی انہوں نے دل میں فوراً" توبہ استغفار بھی کیا۔

وہ شوہر سے صرف عمر کی حرکتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے مصلحت آمیز جھوٹ بول دیا کرتی تھیں تاکہ گھر میں جھگڑا وغیرہ نہ ہو کیونکہ عمر بھی زبان درازی کرنے لگا تھا اور ریاض احمد کی چیخنے چلانے سے طبیعت بگڑ جاتی تھی۔

"وہ عورت ہونے کے ناتے تم سے اپنی فیلنگز بہ آسانی شیئر کر سکتی ہے۔ اس سے پوچھو' اعتماد میں لو' اس کی زندگی کا فیصلہ مکمل اس کی رضا سے ہوگا۔" ریاض احمد تمام مسدود راہیں خود بخود ہموار کرتے چلے گئے' رابعہ احمد نے سوچ تو بہت کچھ لیا تھا لیکن وہ اپنے

جیتے جی' شوہر کے سامنے عمر کا پروپوزل کبھی نہیں رکھ سکتی تھیں اور نہ ہی انہیں دھوکہ دہی اور جھوٹ بول کے کام نکالنا آتا تھا۔

"جی آپ فکر نہ کریں' وہ میرے بہت نزدیک ہے۔ مجھ سے سب کچھ شیئر کرلے گی۔" انہوں نے بڑے پُراعتماد لہجے میں شوہر کو اطمینان دلایا۔ سب کچھ اتنا آسان اور اچانک ہو جاتا' ان کی خوش قسمتی ہے یا بدقسمتی' یہ تو آنے والا وقت ثابت کرتا۔



الیاس احمد سے عمر کے انتظار میں وقت بہت مشکل سے کٹ رہا تھا۔ مسلسل چکر لگانے سے ٹانگیں بھی دکھنے لگیں۔ جیسے ہی عمر آفس میں داخل ہوا۔ الیاس احمد نے فوراً" آگے بڑھ کر اندر سے مقفل کر لیا۔

"اتنی دیر کردی' میں کب سے ویٹ کررہا ہوں۔" انہوں نے اپنی سیٹ سنبھال لی۔ عمران کے مقابل کرسی پر براجمان ہوگیا۔

"اتنی بھی دیر نہیں ہوئی لیکن شاید آپ کو' کچھ زیادہ ہی جلدی ہے۔" عمر نے طنزیہ کہا۔

"ہیلو' ہاں کسی کو بھی میرے روم میں نہ آنے دیا جائے اور نہ ہی کوئی کال ٹرانسفر کرنا۔" انہوں نے انٹر کام پر ہدایات دیں۔

"جب میری پلاننگ سنو گے تو تمہارے بھی پسینے چھوٹ جائیں گے۔" الیاس احمد نے دھیمے سے کہتے اس کے تجسس کو ہوا دی۔

"اچھا پھر بتا بھی دیں۔" عمر کرسی پر آگے کو ہوا۔

"بھابھی جان کہہ رہی ہیں کہ دعا کے لیے کوئی رشتہ ڈھونڈا جائے' مطلب اس کی شادی؟" انہوں نے ریوالونگ چیئر سے ٹیک لگا کے' خود کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"تو میں کیا کروں۔" وہ تنک کر بولا۔

"اگر تم دعا سے شادی کی ہامی بھرلو' تو بہت فائدے میں رہو گے۔"

انہوں نے بڑے آرام سے اس کے تاثرات کا بغور جائزہ لیا۔

"مثلاً" کون سے فائدے' جو آپ کے شاندار خیالات کے مطابق ہوں گے۔"

عمر تلخ ہوا' اس کا تجسس ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ وہ یہاں اس منحوس لڑکی کا ذکر سننے نہیں آیا تھا۔

"اگر ریاض احمد کی بھانجی سے شادی کرو گے تو وہ شاید تمہیں بزنس کے لیے رقم دے دیں یہ بھی ممکن ہے عمیر کو ہٹا کے' تمہیں ایم ڈی کی سیٹ گفٹ کر دیں۔" الیاس احمد نے لالچ کا دوسرا رخ دکھایا۔

"ریاض احمد صاحب کو اس حد تک بلیک میل کرنے کے لیے میرا دعا سے شادی کرنا ضروری ہے۔ جو وہ کم از کم اپنے جیتے جی کبھی نہیں ہونے دیں گے۔" عمر نے اتنے نزدیک کی بات بتاتے چاچو کی عقل پر ماتم کیا۔

"اور اگر میں بھائی جان کو راضی کرلوں۔" انہوں نے پیپر ویٹ ایک ہاتھ سے دوسرے میں منتقل کیا۔

"فار گاڈ سیک' مجھے دعا میں کوئی انٹرسٹ نہیں اور رہا بزنس تو وہ آج نہیں تو کل' میرے ہی حصے میں آئے گا۔ کوئی میرا حق نہیں مارے گا اور شادی میں کسی امیر ترین لڑکی سے کروں گا جو دس پندرہ کروڑ تو اپنے حصے میں لائے۔ اور دعا منحوس کی شادی اسی جیسے کسی کنگلے یتیم سے کروا دیں۔" عمر نے کہتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے۔

"واہ' واہ میرے شہزادے' جی چاہتا ہے تیرا منہ چوم لوں۔ میں یونہی نہیں کہتا کہ تو بالکل مجھ پر گیا ہے۔" الیاس احمد کا انگ انگ جھوم اٹھا' جی چاہ رہا تھا اٹھ کے خوب بھنگڑا ڈالیں۔

"حق' ہاہ۔" پھر یکدم انہوں نے سنجیدہ ہو کر ٹھنڈی آہ بھری۔ "میں نے بھی تیری چاچی سے شادی بیس کروڑ کے چکر میں کی تھی۔ جو دس سال گزارنے کے باوجود بھی میرے ہاتھ نہیں لگے۔" انہیں اپنی قسمت پر افسوس ہونے لگا۔ عمر کو کوفت ہونے لگی۔ اسے لگا کہ اس نے یہاں آکر صرف وقت کا ضیاع کیا ہے۔

"تم میرے سالے آصف سے ملے تھے ناں' وہی جس کا دو سال قبل کار ایکسڈنٹ ہوا تھا' بیوی بھی مر گئی' خود بھی بھری جوانی میں معذور ہو گیا' اب اسے فٹس اور ڈپریشن کے دورے پڑتے ہیں۔ ڈاکٹرز کا مشورہ ہے کہ اس کی کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر دیں جو اس کا بے حد خیال۔۔۔"

"اُف اُف چاچو جان! میں نے کوئی میرج بیورو نہیں کھول رکھا' کبھی دعا کا رشتہ اور اب معذور سالے کی اسٹوری۔ میں تو چند روپوں کے چکر میں دوڑا آیا اور آپ۔۔۔"

"چند روپے نہیں میری جان' پورے گن کے ایک کروڑ۔" الیاس احمد نے اسے ٹوک کے شہادت کی انگلی کھڑی کی۔ عمر نے پہلے انگلی اور پھر بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ اسے اپنی سماعت کا دھوکا محسوس ہوا۔

"ایک کروڑ۔۔۔" اس کا حلق خشک ہو گیا۔

"بالکل۔۔۔" الیاس احمد نے اسے بے چین کر کے خود پر سکون ہو کر کرسی سے ٹیک لگا لی۔

"میں کیسے مان لوں۔" عمر دھڑام سے واپس کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"مفت میں تھوڑی ملیں گے' تمہاری محنت کا انعام ہو گا۔"

"کیسی محنت' پلیز ٹو دی پوائنٹ بتائیں۔" اب اس سے صبر کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"تبریز ملک' اپنے معذور بھائی کا امریکہ میں آپریشن کروانا چاہتا ہے اور وہ خود بھی ہمیشہ کے لیے وہاں شفٹ ہو جائے گا۔ اس کی خواہش ہے کہ جانے سے قبل بھائی کی' کسی غریب سی لڑکی سے شادی کروا کے' وہ تمام جائیداد کا بٹوارہ بھی کر دے لیکن کوئی اس کو لڑکی دینے پر راضی نہیں میں نے سوچا ہے۔۔۔"

الیاس احمد آگے ہو کر' بڑے محتاط انداز میں آہستہ سے اسے اپنی اگلی منصوبہ بندی بتانے لگے۔ جیسے جیسے عمر سنتا جا رہا تھا اس کا سر کبھی نفی اور کبھی اثبات میں ہل رہا تھا۔



دعا اس روز کے بعد کچن میں نہیں آئی تھی۔ عمر کے تلخ جملے اس کی عزت نفس کو گھائل کرتے تھے۔ مریم کے مشورے کے بعد رابعہ احمد نے اس کی کمی کو شدت سے محسوس کیا تھا۔ اب تو انہوں نے شوہر کو بھی چکمہ دے دیا تھا۔ وہ سوچوں میں گھری اس کے کمرے کی طرف بڑھیں' وہ اسے منانے جا رہی تھیں۔

"کیا میں یہ سب ٹھیک کر رہی ہوں۔" سست روی سے کمرے کی طرف بڑھتے قدم رکے۔

"کیا یہ دھوکا نہیں ہے' ریاض احمد کو' آپا جان اور دعا کو۔۔۔" ان کا ضمیر جاگا۔

"لیکن عمر۔۔۔ عمر۔۔۔ اگر دعا اور عمیر کی شادی ہو گئی تو ریاض احمد کبھی بھی عمر کی شادی نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ کبھی سدھرے گا۔ کسی طرح دعا اور عمر کی شادی ہو جائے تو میرے سارے مسئلے حل ہو جائیں۔ جہاں عمر کے اتنے پردے ڈالنے پڑتے ہیں وہاں ایک کوشش اور سہی۔"

رابعہ احمد نے کبھی شوہر سے جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن عمر اور ان کے درمیان بہتر تعلقات استوار کرنے کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ ان کی فیملی ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی خوشی اور امن کے ساتھ رہے۔ انہوں نے دروازے پر دستک دی۔

"یس کم ان۔۔۔" اندر سے فوراً آواز آئی۔ رابعہ احمد دروازہ کھول کے اندر داخل ہو گئیں۔

"کیسی ہو دعا؟" بڑی محبت سے پوچھا۔ آج ان کے لہجے میں خود بخود چاشنی گھل گئی۔

"آئیں ممانی جان' میں ٹھیک ہوں۔" وہ انہیں دیکھ کے بیڈ سے نیچے اتر آئی۔

"میری بیٹی ناراض ہے مجھ سے۔" انہوں نے اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔ انہیں آج یہ صورت بہت پیاری لگ رہی تھی کیونکہ ان کے دیکھنے اور سوچنے کا انداز بدل گیا تھا۔

"نہیں میں بھلا کیوں ناراض ہوں گی۔" اسے ممانی سے کوئی گلہ نہیں تھا وہ عمر کی بدتمیزی کا قصوروار انہیں نہیں ٹھہرا سکتی تھی۔

"پھر کچن میں کیوں نہیں آرہیں۔" وہ دونوں باتیں کرتی بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"عمر کو شاید میرا کچن میں آنا اچھا نہیں لگتا۔ میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے گھر میں بدمزگی ہو۔" دعا کے دل میں جو تھا سچ سچ بتا دیا۔ وہ جانتی تھی کہ جس دن ریاض احمد یا عمیر میں سے کسی نے عمر کی زبان سن لی تو طوفان آجائے گا۔

"کیا تمہیں بھی دوسروں کی طرح عمر اچھا نہیں لگتا۔" رابعہ احمد اسے عمر سے بدظن پا کر مایوس ہوئیں۔

"عمر اچھا ہے لیکن اس کی زبان اچھی نہیں ہے۔" اسے زبان چلنی نہیں آتی تھی۔ جو دل میں ہوتا وہی زبان پہ۔

"اگر تم چاہو تو زبان بھی اچھی ہو جائے گی۔" بے اختیار ان کے منہ سے پھسلا۔

"جی میں!!" دعا حیران رہ گئی۔

"ہاں۔۔۔ میرا مطلب ہے، میرے علاوہ کوئی اسے اچھا نہیں سمجھتا، کسی کی اس سے دوستی نہیں، تمہیں اسی گھر میں رہنا ہے، ہماری فیملی ممبر بن گئی ہو۔ تمہیں سب سے بنا کے رکھنی چاہیے۔ جیسے تمہاری نوال اور عمیر سے دوستی ہے، ویسے ہی عمر کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آیا کرو۔ دیکھنا، وہ بھی بہت جلد تمہارا دوست بن جائے گا، دل کا برا نہیں ہے میرا بیٹا بس تھوڑا اکھڑ ہے۔"

وہ اپنے طور پر اس کے دل میں عمر کا رستہ ہموار کر رہی تھیں۔ ان کا بس چلتا تو ابھی دونوں کو پکڑ کر دوستی کروا دیتیں۔

"لیکن مجھے اسے ہرگز دوست نہیں بنانا۔" دعا یہ صرف دل میں سوچ کے رہ گئی۔

"عورت میں بہت زیادہ صبر کا مادہ ہوتا ہے دعا۔ وہ محبت کے خمیر سے گوندھی جاتی ہے۔ عورت ہر برے، اچھے حالات کا مقابلہ کر کے، رشتوں اور گھر کو ٹوٹنے نہیں دیتی۔ تم بھی میری بہت اچھی بیٹی ہو۔ میں عمر کو بھی سمجھاؤں گی تم بھی خود میں برداشت پیدا کرو۔ اتنی معمولی سی بات پر غصہ نہیں کرتے۔" رابعہ احمد بہت شائستگی سے اسے سمجھا رہی تھیں۔ دعا کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا جنہوں نے عمر کی اتنی بدتمیزی کو معمولی بات کہہ دیا تھا۔ اس نے ان کی تمام باتوں کو غور سے سنا تھا لیکن پیچھے چھپا مقصد نہیں سمجھ پائی تھی۔



"مریم کل بچے اسکول سے آجائیں تو بھائی صاحب کی طرف چکر لگا لینا۔"

مریم کمرے میں آئی تو الیاس احمد نے ٹی وی کا والیوم کم کر دیا۔

"مجھ پر آپ یہ احسان نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔" مریم سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئی۔ اس کے دل کا زخم ہر دم تازہ رہتا تھا۔ وہ گھر سے باہر کہیں بھی شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتی تھی اور یہ اجازت اسے مہینوں بعد ملتی تھی۔

"احسان ہی تو کر رہا ہوں، تمہارے معذور اور نفسیاتی بھائی کے لیے لڑکی تلاش کر لی ہے۔ اپنے بھائی صاحب کو بتا دو کہ وہ مزید خوار ہونا چھوڑ دیں۔"

الیاس احمد کا لہجہ بڑا جتلاتا تھا۔ مریم بے یقینی سے انہیں دیکھ اور سن رہی تھی۔ وہ اس کے میکے کے لیے بھی کچھ بلکہ "اتنا کچھ" کر سکتے ہیں۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

"آپ نے، واقعی، ان بلیوایبل۔" مریم کے منہ سے بے ربط الفاظ نکل رہے تھے۔ لیکن وہ اتنا سیریس مذاق بھی نہیں کرتے تھے۔

"تمہیں تو کبھی اچھے کام کی، مجھ سے توقع ہی نہیں رہی اور نہ ہی مجھ پر اعتماد ہے۔ ورنہ مجھ سے زیادہ آصف کی شادی کی فکر کسی کو نہیں، میں تو خود چاہتا ہوں کہ تمہارے بھائی کا گھر بس جائے۔" انہوں نے اپنے لہجے میں زمانے بھر کی فکرمندی سموئی۔

"کون ہے وہ لڑکی؟ مجھے کب ملوار ہے ہیں اس سے۔" مریم بڑی بے چینی سے استفسار کرتی ان کے نزدیک جا کے بیٹھی۔

"صبر کرو' جلدی ملواؤں گا' ابھی تھوڑی سی مشکلات ہیں لیکن تم فکر نہ کرو۔" انہوں نے بڑی پُرامید سی تسلی دی۔

"ویسے آج ایک مشورہ' میں نے بھی بھابھی جان کو دیا ہے۔" اسے اپنی کارگزاری بھی یاد آئی۔

"کیسا مشورہ؟" وہ تقریباً" اچھل پڑے۔ انہیں مریم کی عقل پر ہمیشہ سے شبہ تھا۔

"دعا اور عمر کی شادی کا۔" الیاس احمد کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"ہں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ہاں' ٹھیک کیا تم نے' عمر اور دعا کی شادی' پرفیکٹ کپل' بہت خوب' بہت اچھا۔" سوچ کر وہ دھیرے دھیرے مسکرائے جارہے تھے۔ پھر وہ اونچے اونچے قہقہے لگانے لگے۔ مریم حیرانی سے ان کا ردعمل دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

عمر بڑی سنجیدگی سے اپنے نفس اور جذبات کو ضبط کا درس دیتا کچن کی طرف بڑھا۔

"ماما جان کہاں ہیں؟" اس نے بڑی ایکٹنگ کا مظاہرہ کرتے ادھر ادھر دیکھا۔ حالانکہ وہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے رابعہ احمد کو لان میں گوڈی کرتے دیکھ چکا تھا۔ وہ ان کی غیر موجودگی میں دعا سے مراسم بڑھانے آیا تھا۔

"وہ شاید باہر ہیں۔" دعا اسے دیکھ کے فوراً" کھڑی ہوگئی اور اپنے لہجے کو حتی الامکان نرم رکھا تھا۔ اس روز کے بعد آج ان کا سامنا ہوا تھا۔

"مجھے ایک کپ چائے بنادو۔" اس کے پاس تنہا ٹھہرنے کے لیے بہانے کی ضرورت تھی جو وہ سوچ کے آیا تھا۔

"جی اچھا۔" اس نے ہولے سے اثبات میں سرہلادیا۔ اسے ممانی جان کی اس روز کی تقریر ازبر تھی وہ پھر سے انہیں شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

"میرے روم میں لے آنا۔" وہ فوراً" لمبے لمبے ڈگ بھرتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔ اس میں دعا سے نظر ملانے کی ہمت نہیں تھی۔ دعا اس کی فرمائش پر سر جھٹکتی چولہے کی طرف بڑھ گئی۔ چائے کے ساتھ وہ خود بھی کھولتی جارہی تھی۔ اس نے ہمیشہ اس کی عزت نفس کو مجروح کیا تھا۔

"کیا بنارہی ہو؟" رابعہ ہاتھ پونچھتی اندر آئی تھیں۔

"عمر کے لیے چائے۔" چائے چھانتے نروٹھے پن سے بتایا گیا۔

"عمر کے لیے۔" رابعہ احمد نے خوشی سے دہرایا۔ وہ جواب دیے بغیر چائے انڈیلتی رہی۔

"کیا اس نے خود تم سے فرمائش کی ہے' تمہیں بلایا تھا اس نے' ڈانٹا تو نہیں۔" وہ اپنی خوشی میں مخمور اس کی ناراضی نوٹ نہ کرپائیں۔

"آپ یہ چائے اسے دے آئیں۔" اس نے پھر سے سوال کا جواب گول کرکے' چھوٹی ٹرے میں کپ رکھ کے ان کی طرف بڑھادیا۔ وہ عمر پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"تم دے آؤ نا' اس نے تم سے مانگی تھی۔" وہ جھٹ سے سنجیدہ ہو کر' فوراً" سے فریج کی طرف بڑھ گئیں۔ وہ خود کو مصروف ظاہر کرکے دعا کو بھیجنا چاہ رہی تھیں۔

"میں نہیں جارہی اس کے روم میں۔" دعا کہہ کر بھاگتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔ اسے ان کا گریز بہت عجیب اور برا لگا تھا۔

رابعہ احمد کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ زور سے فریج بند کرکے انہوں نے سلیب پر پڑی چائے کی ٹرے اٹھالی۔

☼ ☼ ☼

مریم' الیاس احمد کی بہت ممنون تھی کہ انہوں نے آصف کے لیے لڑکی ڈھونڈلی ہے۔ اس کے ذہن میں

بہت سے سوالات اور شکوک و شبہات گڈمڈ ہوئے تھے۔ لیکن وہ کچھ بھی غلط سوچ کے اپنی خوشی کو برباد نہیں کر سکتی تھی۔ اگلے روز اس نے بھائی صاحب کو بھی فون کر کے مطلع کر دیا۔

"جی بھائی صاحب! آپ کو پریشان ہونے کی بالکل ضرورت نہیں' آصف کی شادی کا الیاس کی ٹینشن ہے' وہ سب دیکھ لیں گے ان شاء اللہ سب آسان ہو جائے گا۔" مریم بڑے وثوق اور اعتماد سے انہیں یقین دلا رہی تھی۔

"الیاس کہہ رہے تھے تھوڑی سی پرابلم ہے' چند دنوں میں اس کے گھر والوں سے بھی ملوا دیں گے' آپ اپنی تیاری کریں' رشتہ پکا ہے۔"

وہ شوہر کے کہے پر انہیں بڑی امید دلا رہی تھی۔ اس سے بے خبر کہ یہ سب کتنا مہنگا پڑنے والا ہے۔

"جی میں آپ کو بتا دوں گی' او کے جی اللہ حافظ۔" اس نے کہہ کر فون بند کر دیا۔



اس کے کمرے کا دروازہ بند تھا انہوں نے ناب گھمائی تو دروازہ کھلتا گیا۔ عمر نے جھٹ سے مڑ کر دیکھا' ماں کو سامنے پا کے اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

"تم نے چائے مانگی تھی۔" انہوں نے کپ اسے تھمایا۔

"جی۔" وہ محض یہی کہہ پایا۔

"لیکن تم تو دن میں چائے نہیں پیتے۔" وہ کبھی کبھار ہی چائے پیتا تھا۔ اس لیے پوچھنا ضروری تھا۔

"بس دل چاہ رہا تھا اس لیے' آپ نہیں تھیں تو اسے کہہ دیا۔" اس نے جان بوجھ کر نام لینے سے احتراز برتا۔

"چائے اسی نے بنائی ہے۔ تم سے ڈرتی ہے اس لیے دینے نہیں آئی۔" انہوں نے نرمی سے وجہ بتائی۔

"میں کوئی جن بھوت ہوں' جس سے وہ ڈر گئی ہے۔" عمر کو برا لگا' اس کا موڈ آف ہو گیا تھا۔ پہلی کوشش ہی ناکام ہو گئی تھی۔

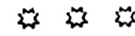
"بچی ہے' ہمارے آسرے پہ ہے' تم بھی نرمی اور محبت سے پیش آیا کرو' کیا ضرورت ہے اس پہ چیخنے چلانے کی۔" وہ مریم کے دیے گئے مشورے پر عمل کرنے کا کام شروع کر چکی تھیں اور اپنے طور پر بڑے سبھاؤ سے سمجھا رہی تھیں۔

"جی میں کوشش کروں گا کہ آئندہ سے بدتمیزی نہ ہو۔" وہ فوراً" راضی ہو گیا۔ یہ نصیحت اس کے لیے فائدہ مند تھی۔ ضد یا ہٹ دھرمی کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ بھلا اتنی جلدی بات کب مانتا تھا' وہ ماں تھیں اس لیے حیران ہونے کے بجائے اس کی فرمانبرداری پہ سرشار ہو گئیں۔

"بلکہ میں چاہتی ہوں کہ تم اس سے دوستی کر لو' دیکھو ناں تمہارا کوئی کزن دوست نہیں' دعا اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے یہ جو تم صنف نازک سے چڑے رہتے ہو ناں یہ بالکل مناسب نہیں' مجھے تمہاری شادی بھی کرنی ہے۔"

رابعہ احمد اس کے کندھے پر ہاتھ پھیرتی' بڑے میٹھے لہجے میں اس کے رستے آسان کر رہی تھیں۔ وہ چائے کو زہر مار کرتے خود کو خوش قسمت ترین کہہ رہا تھا۔ آج ہی اس نے پلان پر کام شروع کیا تھا اور رابعہ احمد نے خود اسے دوستی اور انڈر اسٹینڈنگ کی کھلی چھوٹ دے دی تھی۔

"سوری مام' نیکسٹ ٹائم آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے یقین دلایا۔
اس کی آدھی سے زیادہ مشکل آسان ہو گئی تھی۔ اب وہ بہ آسانی کھیل سکتا تھا۔



عمیر آفس میں داخل ہوا تو ریاض احمد تھوڑی پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔ ان کی توجہ عمیر کی آمد پر بھی نہیں ٹوٹی تھی۔ اس کو زور سے گلا کھنکھارنا پڑا۔

"تم کب آئے؟" انہوں نے چونک کر سانس

خارج کی۔

"آپ کیا سوچ رہے تھے؟" وہ ان کے مقابل بیٹھ گیا۔

"کچھ بھی نہیں یار' میری تمام سوچیں عمر کے گرد گھومتی ہیں۔ اس روز الیاس کو اپنی سفارش کے لیے لے آیا' اس لڑکے نے مجھے از حد پریشان کر رکھا ہے۔" وہ اپنا ہر دکھ سکھ' شریک حیات کے بعد اس بیٹے سے شیئر کرتے تھے۔

"پاپا جان' آپ اسے اسلام آباد والی برانچ میں شفٹ کر دیں۔ وہ ہم سے بدظن ہے۔ ایک دفعہ ٹرائی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

عمیر چاہتا تھا کہ جب تک دعا اس کی نہ ہو جائے عمر اسلام آباد یا بیرون ملک چلا جائے۔ وہ خود سے باپ سے اس کی سفارش نہیں کر سکتا' انہوں نے خود ذکر چھیڑا تو اس نے بھی ہمت پکڑی۔ وہ آفس آجاتا تب بھی اسے پیچھے دھڑکا لگا رہتا۔

"تم جانتے ہو عمیر! اٹ از ناٹ پاسیبل۔ اسلام آباد والی برانچ میں ہمارے ایکسپرینسڈ اور قابل اعتماد منیجر ہیں' جنہیں میں نے یہاں سے شفٹ کیا ہے' مجھے انہیں فائر کرنا پڑے گا۔" عمر کا کردار ان کے لیے کبھی قابل بھروسا نہیں رہا تھا۔

"یہ اسٹینڈ تو لینا پڑے گا پاپا جان۔" عمیر نے اصرار کیا۔

"عمر کی ناتجربہ کاری ہماری سالوں کی محنت سے بنائی گئی ساکھ متاثر کرے گی' کلائنٹس ٹوٹ جائیں گے' مارکیٹ ویلیو خطرے میں جا سکتی ہے۔ ہمارا یہ سلوا نقصان کر کے' وہ سب چھوڑ چھاڑ کے گھر پڑ جائے گا' اور بھگتیں گے ہم۔" ریاض احمد بالکل سچ کہہ رہے تھے۔ عمر کی غیر مستقل مزاجی اور ہٹ دھرمی انہیں کھٹکتی تھی۔ وہ کسی کے ماتحت کام نہیں کر سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ کچن سمیٹ کے ذرا سستانے لاؤنج کے صوفے پر آبیٹھی۔ رابعہ احمد فیرنی میں چمچ ہلا رہی تھیں۔

عمر نے کوئی تیسری بار ریلنگ پہ کھڑے ہو کے لاؤنج میں جھانکا۔ دعا کچن میں کام کرتی نظر آئی مگر اب وہ تنہا صوفے پر بیٹھی تھی' یہی اس کے قریب جانے کا مناسب موقع تھا۔ وہ جلدی سے سیڑھیاں اتر آیا۔

"ہیلو دعا' کیسی ہو؟" بڑے دوستانہ انداز میں پوچھتا اس کے سامنے والے صوفے پر ٹک گیا۔

رابعہ احمد نے اس شیریں لہجے اور آواز پر مڑ کے دیکھا' چہرے پر لمحہ بھر کی حیرت گزری اور پھر دور اندیشی کی مسکراہٹ سجائے رخ موڑ لیا۔

"فائن۔" دعا سے اس کا رویہ ہضم نہیں ہو رہا تھا لیکن جواب نہ دینا بدتہذیبی ہوتا۔

"کیا کر رہی ہو؟" اس نے بات بڑھائی۔

"کچھ بھی نہیں۔" اس نے اپنے ناخنوں پر دھیان رکھے سنجیدگی سے بتا دیا۔

"پھپھو جان کے چلے جانے کے بعد تم خود کو بہت تنہا اور اداس فیل کرتی ہو گی۔" اس کا ذہن بہت تیزی سے گفتگو بڑھانے کے الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔ اس نے جھکنا یا عاجزی سیکھی ہی نہیں تھی۔

رابعہ احمد کو عمر کے الفاظ اور لہجہ بہت عجیب اور کھوکھلے سے محسوس ہوئے۔ وہ ان کا بیٹا تھا' اس کی رگ رگ سے واقف تھیں۔ لیکن ان کا شعور کسی غلط فہمی کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ انہیں بیٹے کی اتنی مہذب گفتگو' دعا کے ساتھ تمیز سے بیٹھنا اپنی خوش قسمتی لگا تھا۔ وہ کچھ بھی برا سوچنے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں۔

"ڈوب سیلی۔" وہ مسلسل ہاتھوں کو گھور رہی تھی۔

اسے اس بے تکی بات چیت پر غصہ آ رہا تھا لیکن ممانی جان کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے' وہ اٹھ کے نہیں جا سکتی تھی۔

"تم میرے ساتھ اتنی ریزرووڈ سی کیوں رہتی ہو۔"

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے' وہ بڑی معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔ دعا کے چودہ طبق روشن ہو گئے اس کا جی چاہا کہ اسے خوب کھری کھری سنائے لیکن پھر ممانی جان کی موجودگی آڑے آگئی۔

"آئی تھنک ہمارے بیچ کبھی اچھا ریلیشن نہیں رہا۔" اس نے ضبط کے باوجود کہہ ڈالا۔

"تو ریلیشن بنا لیتے ہیں۔ آج سے ہم دونوں فرینڈز۔" عمر نے بڑے زور کا بلینڈر کیا تھا۔

رابعہ احمد کی فیلنگ پک گئی تھی۔ وہ چولہا بند کر کے ادھر آئیں۔

"دیکھیں مما جان، آپ ہی تو کہتی ہیں کہ دعا کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آؤ' اب میں نے اسے دوستی کی آفر بھی کر دی ہے۔" اس نے ماں کو اپنا ہمنوا بنایا۔

دعا کے حواس گم اور ہونٹ سل گئے۔

"ہاں کیوں نہیں، جیسے دعا، عمیو اور نوال کی فرینڈ ویسے ہی تمہاری بھی پکی والی دوستی، پھر تم دونوں دن بھر اکیلے ہوتے ہو۔ ایک دوسرے کو کمپنی دیا کرو' اسی طرح انڈر اسٹینڈنگ ڈیولپ ہو گی۔" رابعہ احمد بہت دور کی کوڑی لائیں۔

دعا آنکھیں پھاڑے، ماؤف ذہن کے ساتھ ماں بیٹے کی چلتی زبان سن رہی تھی۔ اس کی مرضی کوئی نہیں پوچھ رہا تھا۔ ان دونوں نے سب خود ہی طے کر لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

رابعہ احمد نے سلام پھیرا اور دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھا لیے۔ ان کے حلق سے آواز نکل نہیں پا رہی تھی۔ ہونٹ کپکپائے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

"یا میرے خدا..." بھیگے لبوں سے رب کو پکارا گیا۔

"مجھے معاف کر دینا، میرا گناہ میرے نزدیک بہت بڑا ہے۔ میں بھی بہت چھوٹی انسان ہوں، خود کو جھوٹی دلیلیں دے کر، اپنا مطلب سیدھا کر رہی ہوں۔ تو دلوں کا حال جانتا ہے میں نے کبھی اپنے مجازی خدا کو دھوکا نہیں دیا اور نہ کبھی جان بوجھ کر کسی کا برا چاہا، میں کتنے برسوں سے، اس گھر اور مکینوں کو جوڑنے کی سعی کر رہی ہوں لیکن ہمیشہ ناکام رہی۔ اب ایک آخری کوشش کرنے جا رہی ہوں، میرے رب مجھے اس میں کامیابی عطا فرمانا۔ کیونکہ میری نیت بالکل صاف اور کھری ہے۔ میرے بیٹے کو بھی ہدایت عطا کر کے دعا جیسی اچھی اور نیک لڑکی کے قابل بنا دے۔ میری اس کوشش کو مجھ پہ بوجھ نہ بنا دینا، مجھے معاف کر کے، میرے مقصد میں مدد فرمانا۔ میرے لیے آسانیاں پیدا کر دے۔ مجھے معاف کر دے..."

وہ چہرے کو ہاتھوں میں چھپا کے پھوٹ پھوٹ کے رو دیں۔

☆ ☆ ☆

دعا کپڑے بیڈ پر ڈھیر کیے تہہ لگا لگا کے رکھ رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس کم ان..." اس نے ملازمہ یا رابعہ ممانی کے خیال سے اجازت دے دی۔ آنے والی شخصیت چونکا دینے والی تھی۔ اس نے دوپٹہ کندھوں پر درست کیا۔

"کیسی ہو؟" کمرے کے بیچوں بیچ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا بڑی اپنائیت سے پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" اس نے بکھرے بالوں کا جلدی سے جوڑا بنایا۔

"کیا کر رہی تھیں؟" اس نے بڑے غور سے اس کی دونوں جلد بازیاں نوٹ کی تھیں۔

"کچھ نہیں، بس یونہی کپڑے۔" دعا نے ہچکچاتے ہوئے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا دل عمر کو اپنے کمرے میں پا کے تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ دوستی اس حد تک نہیں گئی تھی کہ منہ اٹھا کے اس کے بیڈ روم میں چلا آتا۔

"لنچ کے بارے میں کیا خیال ہے؟" عمر اسی مقصد کے تحت آیا تھا۔

"جی کیا... مطلب...؟" اس کا ذہن حیرت کی زد میں تھا۔ وہ واقعی کچھ نہ سمجھی۔

"لنچ پہ چلیں، تھوڑی آؤٹنگ ہو جائے گی۔" اس نے مسکرا کے بڑی دلفریب آفر دی۔

دعا نے حیرت سے اسے گھورا۔ وہ بہت زیادہ پھیل رہا تھا۔ یہ رویہ اس کی عقل سے باہر تھا۔ اسی دم رابعہ احمد داخل ہوئیں۔

"عمر! تم یہاں ہو میں تمہیں اوپر ڈھونڈ کے آئی ہوں۔" انہیں ملازمہ نے بتایا تھا کہ وہ دعا کے کمرے کی طرف گیا ہے۔

"ہاں میں دعا سے کہنے آیا تھا کہ لنچ پر چلتے ہیں۔ ہر وقت گھر میں پڑی رہتی ہو' تھوڑی آؤٹنگ ہوگی تو دل بہل جائے گا۔" عمر نے اپنے نیک خیالات سے ماں کو آگاہ کیا۔

دعا نے بڑی آس سے ممانی کو دیکھا وہ یقیناً عمر کو انکار کرنے والی تھیں۔

"ہاں... ہاں ضرور' کیوں نہیں' تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ جب سے یہ آئی ہے ایک بار بھی گھر سے باہر نہیں گئی۔ تم لے جاؤ اسے اور خوب گھماؤ پھراؤ۔" رابعہ احمد کو اس کا یہ نیا قدم بہت بھایا تھا انہوں نے فوراً" سے پیشتر اجازت دے دی۔ انہیں عمر کی پھرتی پر فخر تھا۔ جو اتنی فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے' دعا کے دل میں گھر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"لل... لیکن ممانی جان... ماموں جان کا لنچ اور بہت سے کام ہوں۔"

"میں ہوں ناں' سب دیکھ لوں گی۔ تم جاؤ انجوائے کرو' اتنا اچھا موقع مل رہا ہے گھومنے پھرنے کا اور تم ریفوز کر رہی ہو۔" انہوں نے دعا کی ہر دلیل و حجت رد کر دی۔ عمر نے آگے بڑھ کر' بیڈ پر پڑا گہرے سبز رنگ کا سوٹ اٹھالیا۔

"دعا مجھے بہت خوشی ہوگی اگر تم یہ ڈریس پہنو گی' یہ رنگ بہت جچے گا تم پہ۔" عمر نے سوٹ اس کی طرف بڑھایا۔ رابعہ احمد کو اس کا اتنا بڑھنا لمحہ بھر کو اچھا نہیں لگا تھا۔ لیکن وہ خود ان کے درمیان بہتر تعلقات کی خواہاں تھیں۔ اس معمولی سی فرمائش سے درگزر کر گئیں۔

"عمر نے کتنا اچھا مشورہ دیا ہے' ہر وقت ڈل کلر پہنے رکھتی ہو' تھوڑا چینج اچھا لگے گا۔" رابعہ احمد نے پھر عمر کی طرف داری کی۔ دعا حیرت کا بت بنی' سائیں سائیں کرتے ذہن سے ان کے رویے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے باری باری دونوں کو دیکھا۔ وہ رابعہ احمد کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار تھی۔



ریاض احمد کے سر میں ہلکا سا درد تھا۔ عمیر زبردستی انہیں گھر کے گیٹ پر ڈراپ کر کے' دوسری فیکٹری کا چکر لگانے چلا گیا۔ گاڑی سگنل پر رکی تو اس نے یونہی ادھر ادھر دیکھا۔ اچانک اس کی نگاہ اپنے گھر والی گاڑی پر جا پڑی۔

جو نوال کو کالج سے لانے' لے جانے اور رابعہ احمد کو بازار یا عزیز و اقارب کے ہاں لے جانے کے لیے استعمال میں لائی جاتی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر عمر اور ساتھ والی پہ دعا براجمان تھی۔ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔ عمیر کو شدید جھٹکا لگا۔ اس نے دوبارہ بغور دیکھا۔ گاڑی بھی وہی تھی اور نفوس بھی۔

اس کا دل ماننے کو تیار نہیں تھا۔ بھلا دعا عمر کے ساتھ کیا کر رہی تھی؟ لیکن اس کے ہوش و حواس پورے قائم تھے۔ اسے دھوکا نہیں ہو رہا تھا۔ ان کی گاڑی زن سے آگے بڑھ گئی۔ سگنل کھل گیا۔ پیچھے گاڑیوں کا ہارن سن کر وہ حال میں واپس لوٹا اور کپکپاتے ہاتھوں سے اسٹیئرنگ تھاما۔



"تم نے دعا سے بات کی تھی؟" ریاض احمد کو کئی روز بعد یاد آیا تھا کہ انہوں نے بیوی کو ایک ذمہ داری سونپی تھی۔

وہ شوہر کے لیے پانی کا گلاس اور ٹیبلٹ لائی تھیں ان کے پاس ٹک گئیں۔

"جی ہاں کی تھی۔" وہ بھی اسی انتظار میں تھیں کہ وہ خود موضوع چھیڑیں۔

"تو پھر کیا کہا اس نے۔" وہ بے تاب ہوئے۔

"ریاض احمد مجھے لگتا ہے کہ دعا اس رشتے کے لیے دل سے راضی نہیں۔" انہوں نے پہلے سے سوچا ہوا

جواب دیا۔
"اس نے خود تم سے کہا۔" انہیں ان کے جواب پر یقین نہ آیا۔
اس رستے کی دیوار کو کس طرح ہٹانا ہے وہ اچھی طرح سوچ بچار کر چکی تھیں۔
"وہ کہہ رہی تھی کہ عمر اس کا اچھا دوست ہے۔ اور میں چاہتی ہوں کہ ہم اچھے دوست ہی رہیں۔"
یہ ترتیب انہوں نے سیٹ کرلی تھی کہ جب ریاض احمد اس سے متعلق استفسار کریں گے تو انہیں کیا جواب دے کر مطمئن کرنا ہے۔
"ان بلیوایبل' دعا بہت بچی ہے عمر سے' وہ کیسے ریفوز کر سکتی ہے۔ وہ بہت سینس ایبل بچی ہے۔"
انہوں نے سر سختی سے نفی میں ہلایا۔ ان کے چہرے پر پریشانی رقم ہو گئی۔ رابعہ احمد کو ان کا بھانجی پر اتنا بھروسا اندر سے سہا گیا۔
"آپ خود بات کریں' شاید وہ آپ کے احترام میں مان جائے۔"
انہوں نے مشورہ دیا۔
"نہیں ہرگز نہیں' میں اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔" انہوں نے فوراً" اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہی وہ چاہتی تھیں۔
"شاید وہ کسی اور میں انٹرسٹڈ ہو۔" انہوں نے نظریں چراتے' شبہ ظاہر کرتے لہجے کو حتی المقدور سرسری رکھا۔
"کیا تمہیں شک ہے؟" وہ اچھے خاصے چونک گئے۔ وہ شوہر کی فطرت سے اچھی طرح آگاہ تھیں کہ وہ کسی کے کردار پر شک کو گناہ کے زمرے میں رکھتے ہیں۔
"میں کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتی' چند دن بعد اس سے پوچھوں گی پھر ہی کوئی حتمی رائے دی جا سکتی ہے۔" انہوں نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ وہ کبھی عمر کا نام لینے کی جرات نہیں کر سکتی تھیں۔ انہیں بہت ہوشیاری سے اس بساط پر کھیلنا تھا کیونکہ سارے مہرے ہی بہت زیرک اور فہم والے تھے اور خود وہ پہلی بار کسی کو چکمہ دینے والی تھیں۔
"آپ یہ چین گلر کھائیں اور فریش ہو کے چینج کر لیں' میں کھانا لگاتی ہوں۔" وہ پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھاتی کھڑی ہو گئیں۔
وہ مزید بحث میں نہیں پڑنا چاہتی تھیں۔

☆ ☆ ☆

ریسٹورنٹ میں زیادہ رش نہیں تھا لیکن دعا کو ایسا لگ رہا تھا کہ اس نے بہت بڑے ہجوم میں سرعام کوئی گناہ کر دیا ہے۔ اب سب لوگ اسی کو گھور رہے ہیں۔
اس کے دل میں بار بار عمر اور ماموں جان کا خیال آجاتا۔ اگر انہیں اس لنچ کی خبر مل گئی تو ان کا رد عمل کیا ہو گا۔ اگر وہ باز پرس کرتے تو وہ ممانی جان یا عمر کی شکایت بھی نہیں لگا سکتی تھی۔ عمر کی مہربانیاں اسے بہت بھاری لگ رہی تھیں۔
"آر یو فائن دعا؟" وہ اس کی خاموشی سے اکتا گیا۔
"یا۔" وہ اپنے ڈر سے چونکتے' ادھر ادھر دیکھتی ہاتھ موڑنے لگی۔
"کیا کھاؤ گی؟" عمر نے اس پر ایک نگاہ غلط ڈال کر مینو کارڈ اٹھایا۔
"کچھ بھی' جو تمہیں پسند ہو۔" اس کا دل یہاں سے اٹھ کے بھاگ جانے کو چاہ رہا تھا اسے کسی بھی چیز کی طلب نہیں تھی۔
"رئیلی۔۔۔" عمر نے بھویں اچکا کے تصدیق چاہی۔
دعا نے پھیکی سی مسکراہٹ کا احسان جتایا۔
اس نے ہاتھ سے ویٹر کو اشارہ دیا اور مینو نوٹ کروایا۔
"یہ تم کون سے مراقبے میں بیٹھی ہو' فار گاڈ سیک ایسی شکل کیوں بنا رکھی ہے جیسے میں تمہیں اپنے ساتھ گھسیٹ کے لایا ہوں۔"
بہت کنٹرول کے باوجود وہ تلخ ہو گیا۔ وہ سرعام عمر سے بگاڑ نہیں سکتی تھی' وہ ہمیشہ اس کے چیخنے چلانے اور غصے سے ڈرتی آئی تھی۔ لیکن اس میں اتنی عقل ضرور تھی کہ چوں و چراں کر کے اس سے جان چھڑا

لیتی۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ اگر۔۔۔ ماموں جان کو پتا چلا کہ ہم دونوں۔۔۔" اس نے رک کر عمر کے ماتھے کے بل گنے۔

"تو۔۔۔؟" وہ نارمل رہا۔

اس نے بھلا کب کسی کے اتنے ناز نخرے اٹھائے تھے۔ اس کی خاموشی اور اتنے برے تاثرات اس کی انا پر چوٹ لگا رہے تھے۔

"انہیں شاید برا لگے ملی کا زانہیں تم سے بہت سی کمپلینز ہیں۔" دعا نے ذومعنی الفاظ میں اسے دھمکی دی تاکہ آئندہ' وہ اسے گھر سے باہر لانے کی ہمت نہ کرے۔

"الو کی پٹھی۔۔۔" عمر نے دل میں اسے لقب سے نوازا۔

اب وہ اتنا بیوقوف نہیں تھا کہ اس کی اتنی معصوم سی دھمکی میں آجاتا۔ اپنا ٹارگٹ حاصل کرنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔ اس نے ٹیبل پر کہنیاں ٹکائیں۔

"تمہارے ماموں جان کو میری ہر بات' حرکت اور کام سے نفرت ہے۔ لیکن دعا۔۔۔ جس طرح سے تم عمیر اور نوال کی دوست بلکہ میری فرینڈ نہیں بن سکتیں۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میری فیملی فرینڈ ہو جس سے میں اپنی فیلنگز' خوشی دکھ شیئر کروں۔ میں اتنا برا نہیں ہوں' جتنا بنا ہر نظر آتا ہوں یا پھر شاید تم سب نے میرا امیج خراب کرلیا ہے' بہت فسیایا' بدتمیز وغیرہ وغیرہ۔" اس نے خاصی جذباتیت دکھائی اور افسوس سے سر جھٹکا۔ دعا کا معصوم دل لمحہ بھر کی تقریر سے پگھل گیا۔ اسے عمر کے متعلق الٹا سیدھا سوچنے پر شرمندگی ہونے لگی۔ وہ اس کے ساتھ کتنی شائستگی سے پیش آرہا تھا۔

"ویسے تم اس سوٹ میں بہت جچ رہی ہو' دل میں کھبی جارہی ہو۔"

عمر نے اس کا دھیان بٹانے کو تعریف جھاڑی۔ دعا کو اس گھٹیا پن پر' اپنی چند لمحے پہلے والی سوچ پر نظر ثانی کرنی پڑی۔

★ ★ ★

نوال کالج سے آکر فریش ہوکے سوگئی تھی۔ اس نے لنچ کے لیے منع کردیا تھا۔ رابعہ احمد میز پر کھانا لگا رہی تھیں جب ریاض احمد چینج کرکے آئے۔ چین کلر لینے سے ان کی طبیعت کافی بہتر ہوگئی تھی۔

"دعا اور نوال کدھر ہیں؟" انہوں نے اپنے لیے کھینچ کر کرسی نکالی۔

"نوال نے کالج میں کچھ کھالیا تھا وہ سو رہی ہے۔ اور دعا' عمر کے ساتھ لنچ پر گئی ہے۔" انہوں نے بڑے نارمل لہجے میں اطلاع دی۔

"دعا اور عمر لنچ پر' یہ۔۔۔ یہ کیا ماجرا ہے؟" انہیں خاصی حیرت ہوئی' یہ آج کی تاریخ میں دوسرا حیرت کا جھٹکا تھا۔ دعا نے کبھی عمر کو مخاطب تک نہیں کیا تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟ وہ عمر کے ساتھ نہیں جاسکتی؟" وہ الٹا ان سے پوچھنے لگیں۔ انہوں نے شوہر کے چہرے کے بدلتے رنگ کو نظرانداز کردیا۔

"اس نے خود کہا تھا کہ ہر وقت گھر میں رہنے سے اس کا دم گھٹنے لگا ہے۔ وہ کھلی فضا میں نکلنا چاہتی ہے۔" رابعہ احمد نے بغیر نظریں ملائے خاصی صفائی سے جھوٹ گھڑا اور ساتھ دعا کا بھی بچاؤ کر گئیں۔

وہ غیر مرئی نقطے پر نظریں ٹکائے تھے۔ وہ کچن میں پانی کا جگ لینے چلی گئیں۔ وہ بیٹے کی تعریف میں بالکل آدھا ان بول سکتی تھیں۔ ان کے سامنے رزق رکھا ہوا تھا۔ وہ کسی بحث میں پڑ کے' اس کی بے حرمتی نہیں کرسکتے تھے۔

"عمر گھر پر ہوتا ہے تو دونوں کا کافی اچھا ٹائم پاس ہو جاتا ہے۔ کبھی مووی دیکھ لی اور کبھی ان کے ہاتھوں کچن کی شامت آجاتی ہے۔ جب سے آیا گئی ہیں عمر کا ایٹی ٹیوڈ دعا سے بہت بہتر ہے۔ وہ بہت اچھے سے پیش آتا ہے' دعا کا بھی دل بہلا رہتا ہے ورنہ بچی بیچاری تو مرجھا کے رہ گئی تھی۔" انہوں نے مبالغہ آرائی کی حد کردی۔ ایک چور نگاہ شوہر پر بھی ڈالے جاتیں جو گم صم ہوگئے تھے۔

وہ انہیں ایسا ہی جھٹکا پہنچانا چاہتی تھیں تاکہ بتدریج ان کے ذہن میں ان دونوں کا تعلق راسخ ہو۔

عمیر بریف کیس لاؤنج کے صوفے پر پھینک کے ممی پاپا کو سلام کیے سیدھا دعا کے بیڈ روم میں گیا۔ بنا دستک کے ناب گھمائی تو دروازہ کھلتا گیا۔

وہ کروٹ کے بل لیٹی تھی۔ اس نے دروازے کھلنے کی آواز پر سر اٹھا کے آنے والے کو دیکھا اور پھر سے تکیے پر ڈال دیا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" اس نے پل بھر میں اس کا مرجھایا ہوا چہرہ پڑھ لیا۔ وہ جرح کرنا بھول کے خیریت دریافت کرنے لگا۔

"ہوں..." مبہم سا جواب آیا۔ اس شناسائی کے نئے پن سے بچتی وہ چہرے چھپائے پڑی تھی۔

"تو پھر اتنی اداس شکل کیوں بنا رکھی ہے۔" اس نے اپنے تنے اعصاب کو بمشکل کنٹرول کیا۔ ایسا لگتا تھا ابھی وہ اس کی بہت اچھی فرینڈ' ہر بات شیئر کرنے والی' وہ اسے دیکھتے ہی عمر کے ساتھ باہر جانے کا ذکر کردے گی جیسے آج کی تاریخ کی ان ہونی تھی۔

"مجھے امی جان یاد آرہی ہیں۔" آنکھ کے کنارے پر آئے آنسو تکیے میں جذب ہوگئے۔ اس نے جھوٹ بول دیا۔ اسے جھوٹ بولنا نہیں آتا تھا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کے وہ مصلحتاً مبالغہ آرائی بھی نہیں کرسکتی تھی۔

اس کی اداسی پر دوپہر سے جلتا عمیر کا دل پسیجا۔ اسے دعا سے بہت فہم و فراست کی توقع تھی۔ اتنے برسوں کی دوستی میں اس نے کبھی بھی تو ایسی حرکت نہیں کی تھی۔

"اچھا چلو' اٹھو شاباش' آؤ ہم اکٹھے چائے پیتے ہیں۔" اس نے اپنے ذہن سے سب کھرچ کے اسے پیار سے پچکارا۔

"پلیز عمیر' مجھے فورس مت کریں' میرا کچھ بھی کھانے یا باہر جانے کو جی نہیں چاہ رہا۔ پلیز لیو می الون۔" اس نے چہرے پر بازو رکھ لیا۔ اس کا دل بہت بھرا ہوا تھا وہ اس روتی صورت کے ساتھ کسی کا بھی سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔ لاؤنج میں عمیر' ریاض احمد اور نوال تینوں نفوس پائے جاتے اور اسے پاؤں جوڑ کے جھوٹ بولنا نہیں آتا تھا۔

عمیر تاسف میں گھرا چند لمحے کشمکش میں کھڑا رہا اور پھر زور سے دروازہ بند کرکے نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

الیاس احمد نے ریوالونگ چیئر پر گھومتے ہوئے موبائل پر نمبر ڈائل کرکے کان سے لگایا۔

"کیسے ہو بھتیجے؟" عمر سے بات کرتے ہوئے ان کی ٹون ہی بدل جاتی۔

"آئم فائن..." وہ اوندھے منہ لیٹا تھا۔

"ہوں' اور کارکردگی سناؤ۔" انہوں نے یہی پوچھنے کے لیے فون کیا تھا۔

"بہت فاسٹ چاچو جان' میں نے دعا سے دوستی بھی گانٹھ لی ہے اور کل ہم دونوں لنچ پر بھی گئے تھے۔" اس نے خوشی سے چہکتے ہوئے بتایا۔

"وری گڈ... گڈ اف فینسی..." الیاس احمد نہال ہوگئے۔

"تمہیں خاص احتیاط سے کام لینا ہے عمر' اور جتنی جلدی پاسیبل ہو ہمیں اس کھیل کو وائنڈ اپ کردینا ہے۔" الیاس احمد نے اسے ہدایات دیں۔

"بٹ وائے چاچو' ابھی تو مزہ آنا شروع ہوا ہے۔" اس نے منہ بسورا۔

"ڈیئر' اس سے قبل کہ ہمارا کھیل' تمہارے باپ اور بھائی کی نظر میں آئے' ہمیں اپنا ٹارگٹ اچیو کرنا ہے۔ وہ دونوں اس لڑکی کے معاملے میں بہت پوزیسو اور ٹچی ہیں۔ تم پر تو ایک روپے کا اعتبار نہیں کرتے۔ اگر تمہارے مراسم ان کے نوٹس میں آگئے تو ریاض احمد تمہیں گریبان سے پکڑ کر گھر سے باہر پھینک دیں گے۔" الیاس احمد نے بہت دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے درست تجزیہ کیا۔

"پاپا تو نہیں لیکن عمیر ضرور ایکشن لے سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ دعا اس سے کچھ شیئر نہ کر

دے گی کا زوہ اس فرینڈ شپ پر دل سے خوش ہے۔"
عمر نے بھی اپنا خدشہ بیان کیا۔
"اس سے پہلے کہ سارے گھر والے چوکنا ہو جائیں ہم اپنا مشن پورا کرلو۔" الیاس احمد نے اسے سختی سے تنبیہہ کی۔
"او' کے' بس چند دن اور دیں۔" اس نے ذہن میں حساب کتاب لگایا۔
"بھابھی جان تو کوئی رکاوٹ نہیں ڈال رہیں۔" اس نے پنسل انگلیوں میں گھمائی۔
"نو نیور' ان فیکٹ ماما جان نے خود یہ فرینڈ شپ کروائی ہے۔ انہوں نے ہی دعا کو میرے ساتھ باہر جانے کی پرمیشن بھی دی تھی۔"
ماں کی مہربانی پر وہ بھی حیران تھا۔ اس شوہر پرست عورت نے کیسے شوہر کی لاڈلی بھانجی کو اس کے سپرد کرنے کا رسک لے لیا تھا۔ اس کے مقصد میں' وہ اس کی بہت زیادہ معاونت کر رہی تھیں۔
"او کے' سنو اب' تمہیں اس کھیل کو آگے کیسے بڑھانا ہے اور جو میں بتا رہا ہوں وہ کل ہی سر انجام دے دینا۔" انہوں نے پنسل میز پر ٹھونکتے قطعیت سے کہا اور اسے آہستہ آواز میں تفصیل سمجھانے لگے۔



عمیر کے دل میں کھد بد سی لگی ہوئی تھی وہ دعا کے رویے سے سخت مایوس ہو کر ماں کے پاس چلا آیا۔ اس کے اعصاب پر تھکن سوار تھی۔ دعا کا ستا اور مرجھایا ہوا چہرہ اسے کوئی اور کہانی سنا تا تھا۔ آخر یہ ماجرا کیا تھا۔
"عمیر تم کہاں گئے تھے۔ چینج بھی نہیں کیا' میں نے تمہارے لیے کٹلس بنائے ہیں' جلدی سے فریش ہو کے آجاؤ۔"
وہ اپنے کام میں مگن کڑاہی میں کفگیر ہلا رہی تھیں۔ وہ آج اتنی خوش تھیں کہ کمرے میں بند دعا اور بیٹے کے چہرے پر پھیلا تفکر دیکھ نہ پائیں۔
"دعا کہاں ہے؟ وہ" جان گیا تھا کہ ماں دعا کے بیڈ روم میں جانے سے بے خبر ہے۔
"اپنے روم میں ہو گی۔" انہوں نے کٹلس نکال کے پلیٹ میں رکھے اور چائے کو دم دیا۔ دعا کی حالت نے اسے باور کروا دیا تھا کہ کوئی خاص بات ہے جو وہ اس سے چھپانا چاہتی ہے اور رابعہ احمد' عمر کی کسی بھی حرکت کا ذکر اتنی آسانی نہیں کرنے والی تھیں۔
"ہر وقت گھر میں گھسی رہتی ہے' باہر کی دنیا سے کٹ کے رہ گئی ہے۔ جس دن سے وہ ہمارے گھر آئی ہے" آئی تھنک ایک دفعہ بھی آؤٹنگ پہ نہیں گئی۔ آپ ہی اسے اپنے ساتھ بازار وغیرہ لے جایا کریں۔" ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے اس نے بڑے عالم سے انداز میں ماں کو مشورہ دیا۔
اس کا اندازہ تھا کہ ماں ابھی دعا اور عمر کا' باہر جانے کا ذکر کریں گی یا پھر اپنی گھر سے غیر موجودگی کا۔ رابعہ احمد کے کپ نکالتے ہاتھ رک گئے۔ اور نظام تنفس بھی۔ البتہ دماغ بہت تیزی سے چل رہا تھا۔
وہ بساط پر صرف ریاض احمد کو ہی مشکل ترین مہرہ سمجھتی تھیں۔ یہ ان کی غلط فہمی تھی۔ عمیر' دعا کا بیسٹ فرینڈ سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ جسے بلاوجہ دعا کے لیے ہول اٹھتے رہتے تھے۔
"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ہاں لے جانا' اس ویک اینڈ پہ' تم لوگ چلے جانا۔" لمبے توقف کے بعد کافی اٹک اٹک کے ہامی بھری گئی۔ عمیر نے ماں کا توقف' اٹکنا بہت شدت سے نوٹ کیا تھا۔ سچ کیا تھا؟ وہ جو اس نے دیکھا یا پھر وہ جو ماں اور دعا کہہ رہی تھیں۔ انہوں نے ان دونوں کے باہر جانے کا ذکر کیوں نہیں کیا تھا؟" وہ پژمردگی سے اٹھا اور چل دیا۔
"عمیر چائے تیار ہے' کٹلس بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے تم فریش بعد میں ہو لینا' پہلے کھا لو۔" رابعہ احمد مڑ کر اسے روکنا چاہا۔
"میری طبیعت بوجھل سی ہے' کچھ بھی کھانے کو دل نہیں کر رہا۔" وہ مڑے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
"اسے کیا ہوا؟" انہوں نے نا سمجھی سے ہاتھ

اے اور شوہر کے لیے ٹرے تیار کرنے لگیں۔

☼ ☼ ☼

اگلی صبح جب سب گھر سے روانہ ہو گئے۔ وہ اٹھ کے خوب اچھا سا تیار ہوا۔ کلائی پہ بندھی گھڑی میں وقت دیکھا اور نیچے اتر آیا۔

دعا کچن کا کام ختم کر کے اپنی مخصوص جگہ صوفے پہ بیٹھی کتاب پڑھتی یا ٹی وی وغیرہ دیکھ لیتی۔ رابعہ احمد کچن میں لنچ کے لیے گوشت دھو رہی تھیں۔

"السلام علیکم ایوری ون۔"

دعا کو پا کر اس کے چہرے پر رونق دوڑ گئی۔ اس نے پہلی بار "ہائے یا ہیلو" کی بجائے بہ آواز بلند سلام کیا تھا۔ رابعہ احمد نے خوشگوار حیرت سے مڑ کر دیکھا۔

"وعلیکم السلام۔" انہوں نے مڑ کر بہ آواز بلند ہی جواب بھی دیا۔ دعا نے زیر لب اس پر سلامتی بھیج دی۔

"کیا ہو رہا ہے دعا؟" وہ اس کے برابر میں دھنس گیا۔ دعا جس نے سلام کا جواب بھی جھکے سر سے دیا تھا اس کے یوں نزدیک بیٹھنے پر بدک کے کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہوا؟" اس نے خاصی معصومیت سے دعا پر حملہ کیا۔ رابعہ احمد نے مڑ کر دیکھا اور لمحے میں معاملہ بھانپ لیا۔

"کک ــــ کچھ نہیں۔" اس نے کتاب میز پر رکھ دی۔ اس طرح کبھی عمیر نے بھی اس کے نزدیک ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"تو پھر بیٹھو نا۔" اس نے اپنے برابر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ رابعہ احمد پھر سے گوشت دھونے میں مگن ہو گئیں۔

"آپ کے لیے ناشتہ لاؤں۔" اس نے جان چھڑانے کو وہاں سے ہٹنا چاہا۔

"ہاں ضرور، میں بھی دیکھوں، ماما جان نے تمہیں کتنا ایکسپرٹ کر دیا ہے۔"

وہ اس کے ساتھ ہی کچن میں جانے کے لیے اٹھ گیا۔ دعا کے ہاتھ کپکپانے لگے۔ اس کا اعتماد اور رابعہ ممانی کی طرف داری اسے اندر سے سہا دیتے۔

"کیا لیں گے آپ؟" اس نے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ وہ خود کو کمزور ظاہر کر کے اسے اپنے اعصاب پر سوار نہیں کر سکتی تھی۔

"کل تم نے لنچ میری مرضی سے کیا تھا، آج میں ناشتہ تمہاری پسند کا لوں گا۔ وہ جو تم دس منٹ میں ریڈی کر دو۔" وہ بلاوجہ فریفتہ ہوئے جا رہا تھا۔

رابعہ احمد جیسے وہاں موجود ہو کے بھی نہیں تھیں۔ دعا کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو انڈے نکال کے پھینٹنے لگی۔

"ماما جان! یہ ہر روز اتنے ڈل کلرز کیوں پہنتی ہے۔" اس نے ماں کو مخاطب کیا۔

"شاید اسے اچھے لگتے ہوں۔" وہ مسکرا دیں۔

دعا نے فرائی پین میں گھی ڈال کے چولہے پر رکھا۔ عمر کی گفتگو اور آنکھیں اس کا ایکسرے کر رہی تھیں۔ اس کا شدت سے جی چاہا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے، خود کو کمرے میں بند کر لے۔

"لیکن مجھے پھیکے رنگ، اداس آنکھیں اور خاموش سی زندگی بالکل فیسی نیٹ نہیں کرتی۔" وہ اپنے خوشگوار خیالات اس پر مسلط کرنے لگا۔

"آف کورس! یہ تمہارا پرسنل پوائنٹ آف ویو ہے۔" انہوں نے اچھی طرح ہاتھ دھوتے ہوئے کہا۔

"لیکن دعا ابھی اتنی بوڑھی اور بد مزاج نہیں ہوئی کہ اس نے ہنسنا، قہقہے لگانا، رنگ اوڑھنا سب چھوڑ دیا ہے۔" عمر کو اس کے لائف اسٹائل پر خاصا افسوس ہو رہا تھا۔ وہ سب سنتی یوں انجان بنی، جیسے یہ ساری بات چیت کسی اور کے متعلق ہو رہی ہو۔ اس نے پلیٹ میں انڈے نکالتے خود کو صبر اور حوصلے کا سبق دیا۔

"یہ تم دعا سے پوچھو۔" رابعہ احمد نے اس کی توجہ پھر سے اس کی جانب مبذول کروائی۔

"دعا ایسے نہیں سمجھے گی، میں آج اسے شاپنگ پہ لے جا رہا ہوں۔" دعا کے ہاتھ سے کفگیر چھوٹ گیا۔

"دھیان سے دعا، آئل گرم ہے۔" عمر فوراً اٹھ کے اس کے قریب ہوا۔

"تم ہٹو' میں بناتی ہوں۔" رابعہ احمد نے اسے نرمی سے پیچھے ہٹا دیا۔

"جب تک میں ناشتہ کرتا ہوں' تم تیار ہو جاؤ۔ ہم دونوں شاپنگ کے لیے نکل رہے ہیں۔ تمہارے پاس صرف ففٹین منٹس ہیں۔" اس نے خود ہی سارا پروگرام ترتیب دے کے اسے حکم دیا۔

"مم۔۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" اس نے زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"چلی جاؤ ناں دعا' تمہیں مفت میں ڈریسز مل رہے ہیں۔ دونوں ساتھ گھومو پھرو گے تو ایک دوسرے کی پسند و ناپسند کا پتا چلے گا' ایسے ہی انڈر اسٹینڈنگ ڈیویلپ ہوتی ہے۔" رابعہ احمد نے بڑے کھلے دل و دماغ سے اجازت دیتے' بیٹے کی پیٹھ ٹھونکی۔

دعا نے ہول کر ممانی جان کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت سے سوال اور شکوے تھے۔

"جاؤ ناں' یہاں کھڑی ٹائم کیوں ویسٹ کر رہی ہو۔"

عمر نے اسے جانے کا اشارہ دیا۔ وہ اپنی آنکھوں میں آئے پانی کے ریلے کو چھپانے کے لیے دوڑتی ہوئی وہاں سے نکلی۔

☼ ☼ ☼

الیاس احمد لیپ ٹاپ پر ویب سائٹ کھولے بیٹھے تھے۔ جب موبائل کی گھنٹی بجی۔ اسکرین پر گھر کا نمبر چمک رہا تھا۔

"ہیلو۔۔"

مریم شاذو نادر ہی' ایمرجنسی کی صورت میں کال کرتی تھی۔ "الیاس' بھائی صاحب کی کال آئی تھی۔ وہ پوچھ رہے تھے تم کب انہیں لڑکی والوں سے ملواؤ گے۔" مریم جو شوہر کے رشتہ ڈھونڈنے کا سن کر بہت ایکسائیٹڈ ہو رہی تھی۔ اب اتنی تاخیر پہ سخت غصہ میں تھی۔

"آخر ایسی بھی کیا جلدی ہے تمہارے بھائی صاحب کو' کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔" انہیں تپ چڑھ گئی۔

"ہم نے ایسا کب کہا الیاس' لیکن بھائی صاحب کہہ رہے تھے اس لڑکی کا پاسپورٹ اور ویزا بنوانے میں بھی ٹائم لگے گا جبکہ ڈاکٹرز نے آپریشن کا کہہ دیا ہے۔" مریم نے انہیں وضاحت سے سب بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ تم بھائی صاحب سے چند دن کا کہہ دو۔ میں کرتا ہوں جلد از جلد کچھ۔" انہوں نے مبہم جواب دے کر بات ختم کر دی۔ مریم نے نفی میں سر ہلاتے فون رکھ دیا۔

☼ ☼ ☼

عمر' دعا کو بوتیک میں لایا تھا۔ وہ اس کی خاموشی اور چہرے پر واضح پھیلی اکتاہٹ سے بے خبر نہیں تھا۔ اسے اپنا مطلب سیدھا کرنا تھا ورنہ اسے اس سڑیل لڑکی کو منہ لگانے اور اس سے علیک سلیک بڑھانے کا قطعاً شوق نہیں تھا۔

ابھی اسے مزید برداشت کرنا تھا۔ اس نے ایک بعد ایک نئی ڈریس اتار کے دعا کے آگے کیے۔ وہ ہوں ہاں میں مبہم سی رائے دے دیتی۔

عمر کا جی چاہا اسے سڑک پر لے جا کے کسی گاڑی کے نیچے دے دے۔ لیکن وہ ایسی کوئی بھی جذباتی حرکت کر کے ایک کروڑ سے ہاتھ نہیں دھو سکتا تھا۔

بالآخر اس کے گونگے پن سے تنگ آ کے اس نے خود ہی گہری نیلی اور سرخ رنگ کی فراک اس کے لیے پیک کروالیں۔

☼ ☼ ☼

اس کی گاڑی پورچ میں آ کر رکی تو اس کی نگاہ گھر والی گاڑی پر پڑی جو کافی کیچڑ سے بھری تھی۔ عمیر نے غور سے اس کے ٹائروں کو دیکھا اور چوکیدار کو ہاتھ سے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

"جی صاحب۔۔" وہ بندوق کندھے پر سیدھی کر دوڑتا آیا۔

"یہ گاڑی کس نے باہر نکالی تھی۔" اس کے دل نے اسے سائرن دے دیا تھا۔

"عمر صاحب لے کر گئے تھے۔" یہ سچ اسے گھر میں کوئی نہ بتاتا۔

"ماما جان ساتھ گئی تھیں۔" اس نے گاڑی سے نکلتے سرسری سا استفسار کیا۔

"نہیں دعا بی بی گئی تھیں۔" چوکیدار اس تفتیشی کاروائی کے مقصد سے بے خبر تھا۔

"آج ــــ" اس نے "پھر" کا لفظ ہونٹوں میں دبالیا۔

"جی تھوڑی دیر قبل ہی لوٹی ہیں۔"

عمیر میں مزید کچھ پوچھنے یا سننے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ خود کو گھسیٹتا اندر کی طرف بڑھا۔



وہ ریاض کے کپڑے نکال رہی تھیں۔ جب انہوں نے رسٹ واچ اتارتے پوچھا۔

"تم نے دعا سے دوبارہ بات کی تھی۔"

انہیں عمر اور دعا کی دوستی کی خبر بہت کھٹکی تھی۔ ان کے دل کو دھڑکا سا لگا رہتا۔ جوان کنواری 'پرائی لڑکی اور ان کا بدتمیز اور خود سر بیٹا۔

"ہاں پوچھا لیکن اس نے ٹھیک سے کچھ بتایا نہیں' جھجک رہی ہے یا شاید ڈر رہی ہے۔" انہوں نے الماری میں منہ دیے دیے ہی جھوٹ گھڑا۔

"لیکن تم اسے اعتماد میں لو' اس سے پوچھو تاکہ معاملہ کچھ آگے بڑھے' میں جلد از جلد اس کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔"

انہیں مایوسی سے کوفت ہوئی' انہیں اس شخص کو بھی جاننے کی جلدی تھی جس کے چکر میں ان کی فرمانبرداری بھانجی نے ان کے ہیرے صفت بیٹے کو ٹھکرا دیا۔

"آئی تھنک عمر سے کہتی ہوں' وہ اس سے پوچھے کیونکہ وہ آج کل اپنا زیادہ تر ٹائم اسی کے ساتھ اسپینڈ کرتی ہے' اچھی فرینڈ شپ ہے ان کی۔"

انہوں نے جتلانا ضروری سمجھا۔ اب الماری سے منہ باہر نکال لیا تھا ان کے ہاتھ میں کریم کلر کا شلوار سوٹ تھا۔ شوہر کے اوسان خطا کر کے وہ مسکرا رہی تھیں۔ ریاض احمد نے خاموشی سے سوٹ پکڑ لیا۔

"میں شاور لوں گا۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھ گئے۔ بٹی کا معاملہ تھا۔ وہ بیوی یا عمر پر چیخ چلا کے' انہیں برا بھلا کہہ کے' اس کی عزت نہیں اچھال سکتے تھے۔ انہیں بہت جلد کوئی مثبت قدم اٹھانا تھا۔



وہ چینج کر کے سید ھا دعا کے کمرے میں گیا۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ وہ اسے ڈھونڈتا ہوا پچھلے کوریڈور کی طرف نکل گیا۔ وہ سیڑھیوں پر کسی غیر مرئی نقطے پہ نگاہیں جمائے بیٹھی تھی۔ عمیر نیچے والی سیڑھی پہ' اس کے رخ چہرہ موڑے بیٹھ گیا۔ اس نے ایک طائرانہ سی نگاہ اس پر ڈالی اور زمین کو گھورنے لگی۔

"تم اتنی اداس کیوں رہنے لگی ہو۔" اسے وہ خاموش کے بجائے ویران لگی تھی۔ آنکھیں بے تاثر' زرد چہرہ اور پیوست ہونٹ۔

"کچھ نہیں' میں بھلا کیوں اداس ہونے لگی۔" وہ روز ماں کی یاد کا بہانہ نہیں بنا سکتی تھی۔ وہ اس کے چہرے کو نظروں کے حصار میں جکڑے ہوئے تھا۔

وہ عمر کی زبردستی مسلط ہونے کی شکایت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ہمیشہ سے اس پر چیختا چلاتا اسے منحوس کہتا آیا تھا۔ اب اچانک سے اس کا اخلاق اچھا ہو گیا تھا۔ اسے سب کچھ عمیر سے مخفی رکھنا تھا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ گھر کی سربراہ اس کی ہمنوا بن گئی تھی۔

"ادھر میری طرف دیکھ کے بولو دعا۔" عمیر بہت سنجیدہ تھا۔

"کہنے کو کچھ نہیں عمیر' چھوڑو کوئی اور بات کرو' تمہارا آفس کیسا جا رہا ہے۔" اس نے موضوع بدل دیا۔

"تم کیوں کونوں کھدروں میں منہ چھپاتی پھر رہی ہو۔" اسے غصہ آنے لگا۔ وہ ٹلنے والا نہیں تھا۔

”ضروری نہیں کہ تمہارے سارے اندازے درست ہوں۔“ اس نے پھر سے ڈاج دینا چاہا۔ اس نے لحہ بھر کو بھی دعا کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔ اس کا رنگ بدلتا چہرہ' جھکی نگاہیں جھوٹ بولنے کی چغلی کھاتی تھیں۔

”آؤ نوال کے بیڈ روم میں چل کے چائے پیتے ہیں۔“ وہ اس کی توجہ سے کھڑی ہوں۔ اسے اپنی عزت نفس کا بھرم قائم رکھنا تھا۔

”تم مجھ سے کیوں چھپا رہی ہو دعا۔“ اس نے جاتی دعا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے جبڑے سختی سے بھینچ گئے تھے۔ دعا کا گریز اسے تپا گیا تھا۔

”ہر سیکرٹ شیئر کرنے والا نہیں ہوتا۔ اینڈ آئی ہوپ کہ تم دوستی کے نام پہ 'میرے پرسنل میٹرز کو نہیں کریدو گے۔“ وہ پسینے میں بھیگتا ہاتھ چھڑا کے نکل گئی۔

”مطلب کچھ ایسا ہے۔ جو تمہارے 'ماما اور عمر کے بیچ چل رہا ہے۔“ اس کی عقل ابھی حاضر تھی۔ اسے دعا کے رویے سے سخت تکلیف پہنچی تھی۔ اب اس نے خود سے اصل بات جاننے کی ٹھان لی تھی۔



اس کا موڈ لان میں واک کرنے کا تھا۔ وہ دعا کو بھی زبردستی کمرے سے کھینچ لایا۔ وہ روکتی رہ گئی اس نے ہاتھ بھی چھڑایا۔ لیکن وہ اس کے شکنجے میں جکڑا گیا تھا۔ دعا کا دل بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ عمیر اور ریاض احمد کے آنے کا وقت ہونے والا تھا۔

”تم کوئی جاب کیوں نہیں کر لیتے۔“ وہ اس کا نام لینے سے ڈرتی تھی۔

اس نے سوچا خاموش رہنے کی بجائے' چند ایک باتیں کر کے اندر کھسک جائے۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھتا رہا۔ دعا نے گھبرا کے اور پھر کوفت سے نظریں جھکا کے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔

”کیا میرے ستارے گردش میں ہیں' حالات میری فیور میں کیوں جا رہے ہیں۔“ وہ دل میں خود سے مخاطب تھا۔ یہ لڑکی اس کی قسمت بدلنے والی تھی۔

”میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔“ دعا کو غصہ آنے لگا۔ وہ اس کا وقت ضائع کر رہا تھا۔

”آئی تھاٹ ہم اتنے روز سے دوست ہیں' پھر میں نے اپنا سیکرٹ' تم سے شیئر کیوں نہیں کیا۔“ وہ بڑے دلکش انداز میں دھیما دھیما بول رہا تھا۔ دعا کے اندر خطرے کا الارم بجنے لگا۔

”تم جانتی ہو میری زندگی کا سب سے بڑا خواب کیا ہے' مجھے بچپن سے ایکٹر بننے کا شوق ہے۔ تمہیں یاد ہو گا' میں آئینے کے سامنے کھڑا ہو کے' کتنی اوٹ پٹانگ حرکتیں کیا کرتا تھا۔ اور ایک لمبے عرصے تک باتھ روم سنگر بھی رہا ہوں۔“ وہ خود ہی بولتا اور ہنستا جا رہا تھا۔

دعا ہونق بنی سن رہی تھی۔ وہ عمر سے صرف دو برس چھوٹی تھی۔ اور اس کی یادداشت میں ایک بھی ایسا منظر نہیں تھا۔ جیسا وہ دہرا رہا تھا۔ بلکہ اس نے ہمیشہ اسے ظالم' سفاک' منہ پھٹ اور بکتے جھکتے دیکھا تھا۔ وہ آرٹسٹک مائنڈڈ تو کبھی نہیں رہا تھا۔ یا پھر شاید اس کی یادداشت کمزور ہو گئی تھی۔

”اب میرا دیرینہ خواب پورا ہونے جا رہا ہے۔ پاکستان کے بہت بڑے پروڈیوسر نے' مجھے اپنے نئے سیریل میں رول دینے کا وعدہ کیا ہے۔ میں نے پاپا اور عمیر سے سب چھپایا تھا کیونکہ پاپا جان مجھے کبھی بھی یہ اسٹیپ نہ لینے دیتے' ابراڈ بھیج دیتے' اس لیے میں خاموشی سے ان کی ہر بری بھلی سنتا رہا۔“ وہ نان اسٹاپ بولتا جا رہا تھا۔

تب ہی عمیر کی گاڑی گیٹ سے داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے ریاض احمد کی گاڑی تھی۔ جب تک دعا نے مڑ کر دیکھا اس کی رنگت زرد پڑ گئی۔ عمیر نے گاڑی روش پر روک لی تھی اور ریاض احمد بھی ٹھہر کر ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

عمر کا دل عش عش کر اٹھا۔ اس کی ٹائمنگ بالکل درست تھی۔ وہ ان دونوں کو دکھانے کے لیے ہی دعا کو لان تک لایا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)